



ندائے خلافت

www.tanzeem.org

تنظیم اسلامی کا ترجمان

مسلل اشاعت کا
35 واں سال

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

14 تا 20 محرم الحرام 1448ھ / 30 جون تا 6 جولائی 2026ء

اس شمارے میں

اسلامی نظام کا نمونہ پیش کرنے کی ضرورت

ہر دور میں دنیا کے لیے ضرورت رہی ہے کہ ایک مکمل معاشرہ، ایک ملت اور ایک عالمگیر دعوت کی سطح پر اسلامی زندگی پائی جائے۔ یہ کہنا کافی اور مفید نہیں کہ صاحب، کتابوں کے اندر پورا اسلام موجود ہے، دیکھ لیجیے، پڑھ لیجیے! یا آپ کہیں کہ اگر آپ کو معلوم کرنا ہو کہ اللہ شناسی کیا ہوتی ہے، اللہ کا خوف کیا ہوتا ہے، اچھے اخلاق کیا ہوتے ہیں، تو ہم آپ کو فلاں بزرگ سے ملا دیں گے۔ اس سے دنیا ہدایت نہیں پاتی اور دنیا میں کوئی انقلاب رونما نہیں ہوتا۔ دنیا اُس وقت توجہ اور غور کرنے پر مجبور ہوتی ہے، جب پورے معاشرہ کی سطح پر، پورے تمدن کی سطح پر، عالمگیر اسٹیج پر (جس پر تمام دنیا کی نگاہیں پڑتی ہیں) صحیح اور مکمل اسلامی زندگی کا نمونہ پیش کیا جائے۔ قوموں اور ملکوں کی نگاہیں یہ اندازہ لگا سکیں کہ اسلام کا عقیدہ انسان کی زندگی میں یہ تبدیلی پیدا کر سکتا ہے، اللہ کے یہاں سے آئی ہوئی روشنی اور ہدایت کا نور اس کی زندگی کو اس طرح چمکاتا اور سنوارتا ہے، وہ یہ دیکھ سکیں کہ شریعت کی تعلیمات کس طرح کا معاشرہ پیدا کرتی ہیں، کس طرح کے اخلاق پیدا کرتی ہیں۔ جب تک یہ نہ ہو، اس وقت تک انسانیت کیا، انسانیت کا کوئی چھوٹا سا کنبہ اور عالم انسانی کا ایک چھوٹا سا گوشہ بھی اسلام (بحیثیت نظام زندگی) کی طرف توجہ کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی
دستور حیات

شہادت حسینؑ

امت مسلمہ کے لیے دائمی پیغام!

شہادت اور فریضہ شہادت

فرائض دینی کا جامع تصور

دجال کی عالمی حکومت.....

فتنوں کے زمانہ میں ایمان کی اہمیت....

غم نہ کر

مسجد اقصیٰ کی حرمت اور فلسطینی مسلمانوں
کو اپنی دعاؤں میں شامل رکھیں!

ندائے خلافت

خلافت کی بنا دیا میں ہو پھر استوار لاگین سے ڈھونڈ کر اسلاف کا تاب و جگر

تنظیم اسلامی ترجمان نظام خلافت کانتیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

14 تا 20 محرم الحرام 1448ھ جلد 35
30 جون تا 6 جولائی 2026ء شماره 24

مدیر مسئول: حافظ عارف سعید
مدیر: رضاء الحق

مجلس ادارت
• فرید اللہ مروت • محمد رفیق چودھری
• وسیم احمد باجوہ • خالد نجیب خان

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد طابع
مطبع: مکتبہ جدید پریس ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی

”دارالاسلام“ ملتان روڈ چیمبرگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail: markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 نمبر 35834000
nk@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ: 20 روپے

سالانہ ذمہ تعاون

اندرون ملک 800 روپے
بیرون پاکستان

امریکہ: کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (21,000 روپے)
اٹلی، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (16,000 روپے)
ڈرافٹ: معنی آرڈر یا پی آرڈر
”مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن“ کے عنوان سے ارسال
کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email: maktaba@tanzeem.org

”ادارہ“ کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء
سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

شہادتِ حسینؑ: اُمتِ مسلمہ کے لیے دائمی پیغام!

تاریخ انسانی میں بعض واقعات ایسے ہوتے ہیں جو کسی خاص زمانے تک محدود نہیں رہتے بلکہ آنے والی نسلوں کے لیے حق و باطل کے درمیان امتیاز کا معیار بن جاتے ہیں۔ واقعہ کربلا بھی انہی عظیم واقعات میں سے ہے۔ اسے اگر محض ایک الناک تاریخی سانحہ، ایک سیاسی اختلاف یا اہل بیت اطہارؑ کے ساتھ ہونے والے ظلم کے طور پر دیکھا جائے تو اس کے اصل پیغام سے ناواقفیت ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ کربلا اسلام کے اُس ابدی اصول کا عملی اظہار ہے کہ ایک صاحب ایمان و عزت کے لیے اللہ کے دین کی سر بلندی ہر شے سے مقدم ہے، خواہ اس کے لیے جان، مال، اہل و عیال اور دنیا کی ہر متاع ہی کیوں نہ قربان کرنا پڑے۔

اسلام میں شہادت محض میدان جنگ میں قتل ہوجانے کا نام نہیں، بلکہ راہِ حق میں اپنی پوری زندگی اللہ کے حوالے کر دینے کا نام ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے ان کی جان و مال خرید لینے کا اعلان فرمایا ہے۔ (التوبہ: 111) گویا مومن اپنی زندگی کا مالک نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا امانت دار ہے۔ جب دین حق کو اس کی ضرورت پیش آئے تو وہ کسی تردد کے بغیر اپنا سب کچھ قربان کر دیتا ہے۔ یہی وہ تصور ہے جس نے بدر، احد، یرموک، قادسیہ اور کربلا جیسے عظیم واقعات کو جنم دیا۔

قرآن مجید میں بار بار اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ اہل ایمان کی آزمائش لازمی ہے۔ فرمایا: ”کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ صرف یہ کہہ دینے سے چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے، اور انہیں آزمایا نہیں جائے گا؟“ (العنکبوت: 2) ایمان کی صداقت ہمیشہ آزمائش کی جھٹی میں ثابت ہوتی ہے۔ اسی لیے تاریخ اسلام میں ہر دور میں ایسے رجالِ حق پیدا ہوئے جنہوں نے باطل کے سامنے سر جھکانے کے بجائے اپنی گردن کٹوانا قبول کیا۔

رسول اکرم ﷺ کے وصال کے بعد خلافت راشدہ نے اسلام کے سیاسی اور اجتماعی نظام کو اپنی اصل روح کے ساتھ قائم رکھا۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ جب خلافت کی جگہ ملوکیت نے لینا شروع کی، اقتدار کا مقصد دین کی خدمت کے بجائے سلطنت کا استحکام بنتا گیا، اور مسلمانوں کی اجتماعی زندگی میں وہ انقلابی روح کمزور ہونے لگی جس نے انہیں دنیا کی امانت عطا کی تھی۔ یہی وہ مرحلہ تھا جب حضرت امام حسینؑ نے محسوس کیا کہ اگر اس تبدیلی کو خاموشی سے قبول کر لیا گیا تو اُمت رفتہ رفتہ اس راستے سے ہٹ جائے گی جس پر رسول اللہ ﷺ نے اسے قائم کیا تھا۔

یہاں اس حقیقت کو سمجھنا ضروری ہے کہ حضرت امام حسینؑ کی جدوجہد اقتدار کی کشمکش نہیں تھی۔ اگر مقصد حکومت حاصل کرنا ہوتا تو حالات کا اندازہ کرتے ہوئے وہ کوئی سیاسی مفاہمت بھی اختیار کر سکتے تھے۔ لیکن انہوں نے جو راستہ چنا، وہ دنیاوی کامیابی کے اعتبار سے نہایت دشوار تھا۔ اس راستے پر چلنے والا پہلے ہی جانتا تھا کہ اس کے سامنے تلواریں ہیں، پیچھے خاندان ہے اور ساتھ چند جان نثار۔ اس کے باوجود انہوں نے قدم واپس نہ کھینچا، کیونکہ اُن کے سامنے اقتدار نہیں بلکہ حق کی شہادت تھی۔

شہادت اور فریضہ شہادت

(قرآن وحدیث کی روشنی میں)



مہاجر جامع القرآن، قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے 19 جون 2026ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات قرآنی کے بعد!

ماہ محرم الحرام ہجری کیلنڈر کے مطابق سال کا پہلا مہینہ ہے اور اسلامی تاریخ میں اس کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ ہمارے دین کے بعض احکامات کا انحصار قمری تاریخ پر ہے۔ جیسا کہ رمضان کا آغاز و اختتام، عید الفطر، عید الاضحیٰ اور ایام حج کا تعیین، زکوٰۃ و عشر کا حساب، خواتین کی عدت وغیرہ۔ چنانچہ علماء نے لکھا کہ قمری تاریخ کا یاد رکھنا اہم مسلمہ پر فرض کفایہ کے درجے میں ہے۔ تاہم کچھ چیزیں ایسی ہیں جن کو ہمارے دین میں پسند نہیں کیا گیا۔ جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جیسے 31 دسمبر کی رات کو نیو ایئر نائٹ منائی جاتی ہے تو ہم بھی کیم محرم کے آغاز میں ہی نیو اسلامک ایئر منائیں۔ ایسے تصورات کی ہمارے دین میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہینے کا چاند دیکھتے تو دعا فرماتے تھے:

((اللَّهُمَّ أَهْلُهُ عَلَيْنَا بِالْإِيمَانِ))
”اے اللہ! اس چاند کو ہم پر امن اور ایمان کے ساتھ طلوع فرما۔“

ایمان اگر واقعتاً دل میں ہو تو بندے کی ذات بھی دوسرے کے لیے امن کا باعث بنتی ہے اور ایمان والوں کا مجموعہ اگر واقعتاً ایمان کے تقاضوں پر عمل کرے تو ایک گھر یا معاشرے کو ہی نہیں پورے عالم کو امن میسر آ سکتا ہے۔ اس دعا کا دوسرا حصہ اسلام اور سلامتی کے متعلق ہے:

((وَالسَّلَامَةُ وَالْإِسْلَامُ)) ”اور سلامتی اور اسلام کے ساتھ۔“

اسلام کا مطلب ہے: اپنے آپ کو اللہ کے سامنے سرنڈر کر دینا اور یہ پارٹ نامک جاب نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً ص)) (البقرہ: 208)
”اسلام میں داخل ہو جاؤ پورے کے پورے۔“

اپنے آپ کو مکمل طور پر اللہ کے سامنے سرنڈر کر دینا اسلام ہے اور جب بندہ ایسا کرے تو وہ مکمل طور پر سلامتی میں آ جاتا ہے۔ اسی سلامتی کی دعائیں دوسروں کے لیے بھی مانگتے ہیں۔ دعا کا تیسرا حصہ توفیق اور اللہ کی رضا کے متعلق ہے:

((التَّوْفِيقَ وَالرِّضَى)) ”اے اللہ اس توفیق کے ساتھ جسے تو پسند فرماتا ہے اور جس سے تو راضی ہو جاتا ہے۔“
یعنی اللہ تعالیٰ ایسے اعمال کی توفیق عطا فرمادے جو تیری رضا کے حصول کا ذریعہ بنیں۔ پھر چاند کو خطاب کر کے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے:

((رَبِّي وَرَبُّكَ اللَّهُ)) ”(اے چاند!) میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔“

مرتب: ابو ابراہیم

یہ سورج، چاند، ستارے، کہکشاں اور پوری کائنات کو بنانے والا رب اللہ تعالیٰ ہے اور اس کائنات کا نظام چلانے والا بھی اللہ تعالیٰ ہے۔

((هَلْأَلْ رُسُودٍ وَخَلْقٍ)) ”(یہ) ہدایت اور بھلائی کا چاند ہے۔“

یہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کا اہتمام ہمیں بھی اسلامی سال کے آغاز میں کرنا چاہیے۔ نیو ایئر نائٹ اور جشن وغیرہ اسلام میں ممنوع ہیں۔ ایک مسلمان کو اگر کچھ کرنا چاہیے تو وہ ہے فرائض اور واجبات کی پابندی، حرام اور ممنوع کردہ باتوں سے اپنے آپ کو بچانا۔ محرم کے مہینے کا خاص عمل 9 اور 10 محرم کا روزہ ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم 10 محرم کا روزہ رکھتے تھے۔ بتایا گیا کہ بنی اسرائیل بھی 10 محرم کا روزہ رکھتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر آئندہ سال تک میں زندہ رہا تو 9 محرم کا روزہ بھی رکھوں گا تاکہ بنی اسرائیل کے ساتھ مشابہت پیدا نہ ہو۔ لہذا بہتر

عمل یہ ہے کہ 9 اور 10 محرم کا روزہ رکھا جائے۔ یہ عمل اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ملتا ہے۔ باقی جو کچھ ہم ہوتا ہوا دیکھ رہے ہیں، ان سب باتوں کا دین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگر روزہ رکھیں گے تو ان بدعات سے خود بخود بچ جائیں گے۔ اسلاف نے قیمتی جملہ لکھا کہ جب بدعت آنے کی تو سنت رخصت ہو جائے گی۔ آج روزہ رکھنے کی بجائے گلے کوچوں میں بھر بھر کر لوگوں کو بلا یا اور کھلایا جاتا ہے یا پھر چھٹیاں منائی جاتی ہیں۔ حالانکہ سال کے 365 دنوں میں سے کوئی دن ایسا نہیں ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی رضی اللہ عنہ، تابعین، تبع تابعین یا اسلاف میں سے کسی کی شہادت نہ ہوئی ہو۔ یہاں تک کہ کیم محرم کو بھی خلیفہ دوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا دن ہے۔ اگر ہردن ہم چھٹی منانا شروع کر دیں تو پورا سال چھٹیوں میں گزر جائے گا۔ پھر یہ کہ 9 اور 10 محرم کی چھٹی کے ساتھ لوگ ہفتہ اتوار کی چھٹی ملا کر سیر و تفریح پر نکل جاتے ہیں، لالٹک و ایک اینڈ مناتے ہیں، مطلب حقیقت روایات میں کھو گئی، اہمیت خرافات میں کھو گئی۔ جن کی یاد میں یہ چھٹیاں منائی جاتی ہیں انہوں نے تو سجدے میں جان دے دی، شہید ہو گئے، شدید جھوک پیاس کے باوجود بھی نہ نماز چھوڑی، نہ روزہ چھوڑا، نہ اللہ کا ذکر چھوڑا، نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواتین نے پردہ چھوڑا۔ آج انہی امام حسین رضی اللہ عنہ کی یاد میں ہم چھٹیاں منائیں، سیر و تفریح کریں، نہ نماز کا خیال، نہ روزہ، نہ اللہ کی یاد، نہ پردے کا خیال، خرافات اور بدعات کا انبار۔ یہ کیسی نسبت ہے اور کیسا طرز عمل ہے؟

اللہ کا دین تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر مکمل ہو گیا۔ (النبیۃ: 3) ”آج کے آگنٹ لکھو دینے لکھو“ (المائدہ: 3) ”آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے“
جذہ الوداع کے موقع پر اس آیت کا نزول ہوا اور

واضح کر دیا گیا کہ آپ ﷺ پر دین کی تکمیل ہوگئی۔ اب اگر کسی دن کی فضیلت معلوم کرنی ہو یا کسی دن کا کوئی خاص عمل کرنا ہو تو رہنمائی اُسود رسول ﷺ سے ملے گی: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب: 21) ”(اے مسلمانو!) تمہارے لیے اللہ کے رسول میں ایک بہترین نمونہ ہے۔“

ہم اپنی طرف سے دین میں کوئی اضافہ نہیں کر سکتے۔ احادیث میں عاشورہ کے بارے میں روایات ملیں گی، 9 اور 10 محرم کے روزے کی سنت کا ذکر بھی ملے گا۔ کہیں اور اس کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ ضرور کہا جاسکتا ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت عظیم الشان شہادت ہے۔ اس کے اندر عزیمت کی عظیم داستان ہے۔ یہ نور علی نور والی بات ہوگئی کہ ایک دن پہلے سے فضیلت کا حامل تھا، اُس دن آپ ﷺ کی شہادت بھی ہوگئی۔ اب شہادت کیا ہے اور فریضہ شہادت کیا ہے؟ اس حوالے سے بھی ہمیں جان لینا چاہیے۔ بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے بارہا اس موضوع پر کلام کیا ہے کہ شہادت اور فریضہ شہادت میں کیا فرق ہے۔

شہادت

شہادت کے لغوی معنی ہیں: حاضر ہونا، موجود ہونا یا گواہی دینا۔ اس لحاظ سے شہید کا لفظ مدد کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ مثال کے طور پر سورۃ البقرہ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ﴾ (آیت: 133) ”کیا تم اس وقت موجود تھے جب آدم کی یقوب پر موت“ ہاں شہید کا لفظ موجودگی کے معنی میں آیا۔ اسی کی جمع شہداء ہے۔ اسی سے لفظ شاہد بنتا ہے جس کے معنی ہیں گواہ اور شہادت کے معنی بنتے ہیں گواہی دینا۔ یہ اللہ کے نبی ﷺ کی ذمہ داری بھی تھی البتہ آپ ﷺ کے لیے قرآن میں شہاد کا لفظ بھی آتا ہے، شہید کا لفظ بھی آتا ہے۔

سورۃ البقرہ کی آیت 282 قرآن پاک کی طویل ترین آیت ہے، جو کہ قرض کے موضوع پر ہے، قرض لیتے اور دیتے وقت لکھنے اور گواہ مقرر کرنے کی ضرورت اور طریقہ کار کو تفصیل سے بیان کیا گیا۔ وہاں بھی شہداء کا لفظ گواہوں کے لیے آتا ہے۔ یہی لفظ کبھی مدد کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ جیسا کہ سورۃ الفتح میں فرمایا:

”وہی ہے جس نے بھیجا ہے اپنے رسول کو الہدیٰ اور دین حق دے کر تا کہ وہ غالب کر دے اسے کل کے کل نظام زندگی پر۔ اور کیا ہے اللہ مددگار کے طور پر۔“ (آیت: 28)

شہید کے مفہوم میں یہ سب شامل ہے کہ جہاں اللہ کے دین کے لیے ضرورت پڑے تو وہ گواہی بھی دے گا، جہاں اللہ کے دین کو مدد کی ضرورت پڑی تو مدد بھی کرے اور جہاں اللہ کے دین کے لیے جان دینے کی باری آئی تو جان بھی دے گا۔ ہم دوسرا کلمہ پڑھتے ہیں: ((اشھدان لا الہ الا اللہ و اشھدان محمدًا عبدہ و رسولہ)) ”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔“

فریضہ شہادت

فریضہ شہادت سے مراد اللہ کے دین کی گواہی پیش کرنا ہے اور اس معنی میں شہادت یا فریضہ شہادت کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی نبوت کی تاریخ پرانی ہے، یا انسانیت کی تاریخ پرانی ہے یا خلافت کی تاریخ پرانی ہے۔ یہ تینوں باتیں اہم ہیں اور ان میں ربط بھی ہے۔ آدم علیہ السلام پہلے انسان تھے، پہلے نبی بھی تھے اور پہلے خلیفہ بھی تھے۔ اللہ کا پیغام پہنچانا، اللہ کے دین کی گواہی دینا اور اللہ کے دین کو قائم کرنے کی کوشش کرنا فریضہ شہادت ہے اور اسی فریضے کے لیے تمام انبیاء و رسل بھیجے گئے۔ جب انبیاء اللہ کا پیغام پہنچا رہے تھے تو وہ شہادت کا فریضہ ادا کر رہے تھے، اللہ کے دین کی گواہی پیش کر رہے تھے۔ تمام رسولوں کی بنیادی ذمہ داری قرآن میں بتاتا ہے:

﴿رُسُلًا مُّبْتَلِينَ وَمُهْتَدِينَ لِقَلِّ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاٰمْرِ شَيْءٌ﴾ (النساء: 165) ”یہ رسول بھیجے گئے (بشارت دینے والے اور خبردار کرنے والے بنا کرتا کہ نہ رہ جائے لوگوں کے پاس اللہ کے مقابلے میں کوئی حجت) (دلیل) رسولوں کے آنے کے بعد“

رسول اس لیے بھیجے گئے تاکہ وہ لوگوں پر گواہ بن جائیں، حجت بن جائیں، روز محشر کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ہم تک اللہ کا پیغام پہنچایا نہیں۔ جن لوگوں نے رسولوں کی دعوت قبول کی اور ایمان لائے ان کو انہوں نے جنت کی خوشخبری دی اور جنہوں نے انکار کیا ان کو جہنم کے عذاب سے ڈرایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رُسُلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ (النساء: 64) ”ہم نے نہیں بھیجا کسی رسول کو مگر اس لیے کہ اُس کی اطاعت کی جائے اللہ کے حکم سے۔“

تمام رسل اللہ کے دین کو اپنے قول سے بھی پیش کرتے تھے اور اللہ کے دین پر عمل کر کے دکھایا بھی کرتے تھے، ان کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہوگی۔ جیسے فرمایا:

﴿مَنْ يُطِيعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اطَاعَ اللّٰهَ﴾ (النساء: 80) ”جس نے اطاعت کی رسول کی اُس نے اطاعت کی اللہ کی۔“

لہذا پیغمبروں نے نمونہ بن کر دکھایا۔ آج نمونہ رسول اللہ ﷺ کی ذات ہے۔ فرمایا:

”(اے مسلمانو!) تمہارے لیے اللہ کے رسول میں ایک بہترین نمونہ ہے۔“ (الاحزاب: 21)

رسولوں کی ایک اور ذمہ داری بھی قرآن بیان کرتا ہے اور وہ انقلابی منت ہے۔ یعنی اللہ کی زمین پر عدل کا نظام قائم ہو اور اس کے لیے اگر قتال بھی کرنا پڑے تو کیا جائے گا۔ سورۃ الحدید میں فرمایا:

”ہم نے بھیجا اپنے رسولوں کو واضح نشانوں کے ساتھ اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب اور میزان اتاری تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں۔“ (آیت: 25)

رسولوں کو اس لیے نہیں بھیجا کہ وہ بس شریعت پڑھ کر سنا دیں، صرف پیغام پہنچا دیا جائے یا صرف ڈرانے اور خوشخبری سنانے کے لیے نہیں بھیجا بلکہ اس لیے بھیجا کہ ان تمام کاموں کے ساتھ وہ اللہ کے دین کو بالفعل قائم کرنے کی جدوجہد کریں۔ اسی لیے معجزات عطا ہوئے۔ شریعت کا قانون نفاذ کے لیے ہی عطا ہوا ہے۔ اس کے نفاذ سے ہی عدل و قسط کا نظام قائم ہوگا۔ اللہ تعالیٰ آگے فرماتا ہے:

”اور ہم نے لوہا بھی اتارا ہے اس میں شدید جنگی صلاحیت ہے۔“ (الحدید: 25)

انبیاء و رسل نے اللہ کے دین کو قائم کرنے کے لیے جنگیں بھی لڑی ہیں اور ان کے لیے اسلحہ بھی تیار کیا ہے۔ مظلوموں کی دادی کے لیے، عدل کے نفاذ کے لیے، باطل اور ظالم نظام کو مٹانے کے لیے قتال بھی کیا گیا۔ قرآن پاک ہمیں بتاتا ہے:

﴿وَكَايْنٍ مِّنْ نَّبِيٍّ قَاتِلٌ لِّمَعْنَةِ رَبِّهِمْ وَكَوَيْدٍ﴾ (آل عمران: 146) ”کتنے ہی نبی ایسے گزرے ہیں کہ جن کے ساتھ ہو کر بہت سے اللہ والوں نے جنگ کی۔“

اللہ کی راہ میں جہاد اور قتال بھی شہادت کے زمرے میں آتا ہے۔ اللہ کے نبیوں نے اس طرح بھی اللہ کے دین کی گواہی پیش کی ہے۔ اللہ کے آخری رسول ﷺ نے 23 سال انقلابی جدوجہد کی تاکہ اللہ کا دین غالب ہو جائے۔ ختم نبوت کے بعد یہ ذمہ داری اس امت کے کندھوں پر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے لفظ شہید رسول اللہ ﷺ کے لیے استعمال کیا ہے اور لفظ شہداء امت مسلمہ کے لیے

استعمال کیا ہے۔ اپنے قول سے، اپنے کردار اور عمل سے اور ایک اجتماعی جدوجہد برپا کر کے اللہ کے دین کو قائم کرنا تمام رسولوں کی ذمہ داری رہی اور آپ ﷺ نے اس ذمہ داری کو بنام وکمال پورا کیا۔ چنانچہ آپ ﷺ کی شان اقدس کو قرآن یوں بیان کرتا ہے:

”اے نبی! یقیناً ہم نے بھیجا ہے آپ کو گواہ بنا کر اور بشارت دینے والا اور خبردار کرنے والا۔ اور اللہ کی طرف بلانے والا اُس کے حکم سے اور ایک روشن چراغ بنا کر۔“ (الاحزاب: 45، 46)

یعنی آپ ﷺ نے اللہ کے دین کی گواہی بھی دی، بشارت بھی دی، جہنم سے ڈرایا بھی، دعوت بھی دی اور آپ ﷺ ہدایت کا روشن چراغ بھی بنے جس کا تعلق شہادت کے فریضے سے ہے۔ اسی طرح اللہ کے رسول ﷺ کے لیے قرآن میں شہید کا لفظ آ رہا ہے۔

”اور (اے مسلمانو!) اسی طرح تو ہم نے تمہیں ایک اُمت وسط بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہو۔“ (البقرہ: 143)

وسط کے کئی تراجم ہیں، معتدل بھی، درمیانی بھی، بہترین بھی۔ اس اُمت کو اُمت وسط اس لیے بنایا تاکہ یہ لوگوں تک اللہ کے دین کی دعوت پہنچائے اور اس کے قیام کے لیے جدوجہد بھی کرے۔ تب شہادت کا فریضہ ادا ہوگا، تب گواہی پوری ہوگی ورنہ کل روز محشر ہم خود پکڑے جائیں گے۔ آج بڑے آرام سے ہم کہہ دیتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین جہنم میں جائیں گے اور ہم جنت میں جائیں گے لیکن اگر روز محشر مشرکین اور یہود و نصاریٰ نے ہمارے خلاف گواہی دے دی کہ ہم نے اللہ کا پیغام اُن تک نہیں پہنچایا تھا تو اللہ کو ہم کیا جواب دیں گے؟

رسول اللہ ﷺ نے تو گواہی دے بھی دی اور لے بھی لی۔ حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: ((الاهل بلغت)) ”کیا میں نے اللہ کے پیغام کو تم لوگوں تک پہنچا دیا؟“ سب نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے حق و صیحت، حق نصیحت، حق امانت ادا کر دیا، اللہ کا پیغام پہنچا دیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنی شہادت کی اُنکلی کو آسمان کی طرف بلند کیا اور فرمایا:

((اللهم اشهد اللهم اشهد اللهم اشهد))

”اے اللہ! تو گواہ ہے (میں نے تیرا کلام پہنچا دیا)۔“

اس کے بعد فرمایا: ((فَلْيَبْلُغِ الشَّاهِدُ الْعَارِثِ))

”حاضر شخص (موجود) غائب تک (اسلام کی دعوت) پہنچائے۔“

گویا رہتی دنیا تک کے مسلمانوں کے ذمہ دین

کو پہنچانا اور قائم کرنے کی جدوجہد کرنا لازم قرار دیا۔ آپ ﷺ نے یہ شہادت کیوں پیش کی؟ سورة الاعراف کے شروع میں ہے: ﴿فَلَنَسْأَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ وَلَنَسْأَلَنَّ الْمُرْسَلِينَ﴾ ”پس ہم لازماً پوچھ کر رہیں گے ان سے بھی جن کی طرف ہم نے رسولوں کو بھیجا اور لازماً پوچھ کر رہیں گے رسولوں سے بھی۔“

روز قیامت رسولوں سے بھی پوچھا جائے گا۔ کیا تم نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا؟ پھر لوگوں سے بھی پوچھا جائے گا: کیا تم تک رسولوں نے پیغام پہنچایا؟ رسول اللہ ﷺ اس سوال کی جو ابھی پر رپا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ قرآن کی تلاوت سناؤ۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے سورة النساء کی تلاوت شروع کی۔ جب آیت 41 پر پہنچے تو فرمایا:

((حسبك حسبك حسبك)) ”عبداللہ! رک جاؤ!“

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں جاری تھیں جس کی وجہ سے آپ ﷺ کی داڑھی مبارک تر ہو چکی تھی۔ اس آیت میں یہ ذکر تھا:

”تو اُس دن کیا صورت حال ہوگی جب ہم ہر اُمت میں سے ایک گواہ کھڑا کریں گے اور (اے نبی ﷺ) آپ کو لائیں گے ہم ان پر گواہ بنا کر۔“ (النساء: 41)

روز محشر اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو گواہ بنا کر کھڑا کریں گے کہ آپ ﷺ پہنچا بھی گئے، گواہی دے بھی لے، بھی گئے۔ اُس کے بعد اُمت نے کیا کیا؟ کیا بھی ہم نے غور کیا ہے کہ ہمارے پاس کیا جواب ہوگا؟ کبھی یہ سوچ کر ہماری آنکھوں میں بھی آنسو آئے ہیں؟ اب ختم نبوت کے بعد یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم لوگوں پر گواہ بنیں۔ یہی شہادت کا فریضہ ہے جو ہم سب نے ادا کرنا ہے۔ اس کے بغیر نجات ممکن نہیں۔

شہید

اللہ کے دین کی دعوت اور غلبے کے لیے جو اپنا وقت، صلاحیت، مال و اسباب لگاتا ہے وہ گواہی پیش کر رہا ہے۔ اسی راستے میں جو جان کا نذرانہ بھی پیش کر دے تو وہ تمام وکمال شہید قرار پاتا ہے۔ گو کہ قرآن پاک میں اس کے لیے مقتول کا لفظ بھی آتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ﴾ (البقرہ: 154) ”اور مت کہو ان کو جو اللہ کی راہ میں قتل ہو جائیں کہ وہ مردہ ہیں۔“

اسی طرح احادیث میں اللہ کی راہ میں جان دینے

والوں کے لیے شہید کا لفظ بھی آتا ہے، مقتول کا لفظ بھی آتا ہے۔ دونوں ہی میں کم و بیش 269 صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کیے، غزوہٴ تبوک کے ذریعے آپ ﷺ انقلاب نبوی کی توسیع کا آغاز کر کے گئے۔ خلفائے راشدین کے 30 برس کے دور میں 22 لاکھ مربع میل تک بنام وکمال دین کی شان و شوکت نظام کی سطح پر دکھائی دیتی ہے لیکن جن کے مفادات پر ضرب پڑی، انہوں نے سازشیں شروع کیں، خاص طور پر یہود کا معاملہ اور عبداللہ بن سبا کی سازش سامنے آئی۔ اس کے نتیجے میں مکہ محرم الحرام کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی، 18 ذی الحجہ کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی، 21 رمضان کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی۔ اس سے قبل سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور میں مکرین زکوٰۃ کے خلاف قتال میں سینکڑوں صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔ پھر جب خلافت کی بجائے ملوکیت والا نظام آ گیا تو اس کے خلاف نواسر رسول سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے آپ ﷺ سمیت کئی مسلمانوں کی شہادتیں ہوئیں۔

خاصہ کلام یہ ہے کہ شہادت کا فریضہ ہر مسلمان پر عائد ہوتا ہے۔ اللہ کے دین کی دعوت، اس کے غلبے کی جدوجہد، اللہ کے نظام کی توسیع اور دفاع کے لیے، فتنوں کے خاتمے کی جدوجہد کرنا فریضہ شہادت ادا کرنا ہے، یہ ختم نبوت کا تقاضا اور اس کے بغیر نجات ممکن نہیں اور اس راستے میں جو جان کا نذرانہ پیش کریں وہ تمام وکمال شہید ہوتے ہیں۔ آج ہم تنہائی میں بیٹھ کر ذرا سوچیں کہ کیا ہم یہ فریضہ ادا کر رہے ہیں؟ کیا ہم ختم نبوت کے تقاضوں پر عمل کر رہے ہیں؟ کیا ہم اپنی اخروی نجات کے حوالے سے سنجیدہ ہیں؟ کتنے فیصد لوگ اذان کی آواز سن کر مسجد میں آتے ہیں، فجر کی باجماعت نماز کے لیے کتنے فیصد مسجد میں جاتے ہیں؟ کوئی گواہی دے رہے ہیں؟ سوڈی صورت میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف جنگ ہم جاری رکھے ہوئے ہیں، اللہ کے احکامات سرعام توڑے جا رہے ہیں، فحاشی و عریانی، جو سے، سٹے اور شراب کی کھلی اجازت دے رکھی ہے، یہ سب کر کے ہم کون سی گواہی دے رہے ہیں۔ ہم محرم کی چھٹیاں مناتے ہیں، سیر و تفریح کرتے ہیں، ہلا گلا ہوتا ہے مگر کیا ہم نے سوچا ہے کہ ان دنوں کا اصل تقاضا کیا ہے اور ہم کس طرف جا رہے ہیں؟ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!



رکھتے ہیں؟ ظاہر بات ہے کہ یہ چاروں تو عبادات ہیں جو شامیانے کے چار بانسوں کی مانند ہیں جبکہ عبادت گویا اصل شامیانہ ہے۔

دین کی عمارت میں چار ستون ہیں اور ان ستونوں کے اوپر پہلی چھت بھی ہے اور پھر انہی کے اوپر دوسری چھت بھی پڑی ہوئی ہے۔ جیسے پہلی چھت کے لیے چار اصطلاحات تھیں اسی طرح اس دوسری چھت کے لیے بھی چار الفاظ/اصطلاحات نوٹ کر لیجیے۔

(1) **تبلیغ**: یعنی اللہ کے دین اور اللہ کی کتاب کی تبلیغ۔ نبی اکرم ﷺ کو حکم دیا گیا: «يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ط (المائدة: 67) ”اے رسول (ﷺ) پہنچا دیجیے جو کچھ نازل کیا گیا ہے آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے“۔ اس میں کوئی کتمان نہیں کرنا ہے اور نہ اس ضمن میں خود سے کوئی فیصلہ کرنا ہے کہ اس بات کو پہنچا دوں اور یہ نہ پہنچاؤں بلکہ تمام کا تمام پہنچانا آپ پر فرض ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے وہ آیات بھی امت تک پہنچانی ہیں جن میں بظاہر احوال اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ پر عتاب ہوا ہے۔ مثلاً: «يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ ج (التحریم: 1) ”اے نبی (ﷺ) آپ کیوں حرام ٹھہرا رہے ہیں (اپنے اوپر) وہ شے جو اللہ نے آپ کے لیے حلال کی ہے؟“ اسی طرح سورہ عبس کی ابتدائی آیات کا معاملہ ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”تیوری پر مل پڑ گئے اور انہوں نے رخ موڑ لیا اس لیے کہ ان کے پاس ایک نابینا آیا۔ اور (اے نبی ﷺ) آپ کو کیا معلوم شاید کہ وہ تزکیہ حاصل کرتا یا وہ نصیحت حاصل کرتا اور وہ نصیحت اس کے لیے مفید ہوتی۔ لیکن وہ جو بے نیازی دکھاتا ہے آپ اس کی فکر میں رہتے ہیں۔ اور اگر وہ پاکی اختیار نہیں کرتا تو آپ پر کوئی الزام نہیں۔ اور وہ جو آپ کے پاس چل کر آئے اور اس کے دل میں خشیت بھی ہے اس سے آپ استغناء برت رہے ہیں۔“

حضور اکرم ﷺ نے خود فرمایا کہ یہ آیات عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے بارے میں اتری ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نابینا صحابی تھے۔ ایک دن وہ حضور اکرم ﷺ کے پاس آس وقت آئے جب قریش کے بڑے بڑے سردار آپ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور آپ انہیں تبلیغ کر رہے تھے۔ حضور اکرم ﷺ اپنی ذاتی منفعت کے لیے تو کچھ نہیں کر رہے تھے بلکہ آپ تو مسلمانوں ہی کی بھلائی کے لیے یہ سب کر رہے تھے کہ

اگر یہ بڑے سردار ایمان لائے تو اس وقت جو غریب مسلمان بیچارے ستائے جا رہے ہیں ان کو کچھ نہ کچھ ریلیف مل جائے گا۔ جیسے حضرت عمر اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما اسلام میں داخل ہوئے تو بہت سے مسلمانوں کو بہت کچھ ریلیف ملا تھا۔ لیکن عبد اللہ بن ام مکتوم کو چونکہ پتا نہیں تھا تو وہ بار بار حضور ﷺ کو اپنی طرف متوجہ کر رہے تھے۔ اس پر حضور اکرم ﷺ کو کچھ ناگواری کا احساس ہوا اور آپ کے ماتھے پر مل پڑ گئے۔ اس پر یہ آیات نازل ہو گئیں۔

ان آیات کے نزول کے بعد عالم یہ تھا کہ عبد اللہ بن ام مکتوم جب بھی آتے تھے تو آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے: مَرْحَبًا يَا ذِي الْعَيْتِ اَللّٰهُ مِنْهُ ”مرحبا اس شخص کے لیے جس کے معاملے میں اللہ تعالیٰ نے مجھ پر عتاب فرمایا۔“ بہر حال یہ ہے تبلیغ اور اللہ کے رسول ﷺ نے یہ فریضہ مکمل طور پر ادا کیا۔

(2) **دعوت**: دوسری چھت کے ضمن میں یہ دوسری اصطلاح ہے۔ دعوت اور تبلیغ تقریباً ہم معنی لفظ ہیں لیکن ان میں کچھ فرق بھی ہے۔ میں ان چیزوں کا ربط آپ کے سامنے ظاہر کر رہا ہوں۔ تبلیغ میں آپ خود پہنچ کر بات پہنچاتے ہیں جبکہ دعوت میں آپ اس بندہ کو اللہ کی طرف کھینچ کر لاتے ہیں۔ درحقیقت یہ ایک ہی عمل کے دو پہلو ہیں۔ تبلیغ یعنی بات کا پہنچانا اور دعوت یعنی کسی کو بلانا اور کھینچ کر لانا۔

(3) **امر بالمعروف ونہی عن المنکر**: یہ انہی دو باتوں یعنی دعوت و تبلیغ کے ضمن میں دوسری چھت کی تیسری اصطلاح ہے۔ ”واضح رہے کہ ”امر بالمعروف ونہی عن المنکر“ (بھلائی کا حکم دینا اور بدی سے روکنا) ایک ہی اصطلاح ہے۔ یہاں یہ یاد رکھیے کہ امر بالمعروف تو ہر سطح پر ہوگا البتہ نبی عن المنکر صرف وہیں ہوگا جہاں آپ کو اختیار حاصل ہے۔ آپ کو اپنے گھر میں اختیار حاصل ہے کیونکہ آپ سربراہ خاندان ہیں۔ آپ کا بچہ نماز نہیں پڑھ رہا تو آپ اسے مار سکتے ہیں لیکن آپ پڑوسی کے بچے کو نماز نہ پڑھنے پر مار نہیں سکتے۔ ہاں نیکی کی تلقین ہر وقت کی جاسکتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ کوئی آپ کو جھڑک دے گا کہ کہاں سے آئے تم مجھے ہدایت کرنے اور بھگانے؟ چنانچہ امر بالمعروف تو ہمیشہ کرنا ہے لیکن نبی عن المنکر اپنے دائرہ اختیار میں۔ خاص طور پر بڑے بیٹانے پر یہ اُس وقت ہوگا جب اسلامی حکومت قائم ہو جائے گی اور یہ حکومت کا فرض ہو گا۔ اس بارے میں فرمایا گیا: «الَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَآمَرُوا

بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ط (الحج: 41) ”وہ لوگ کہ اگر انہیں ہم زمین میں تمکن عطا کر دیں تو وہ نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ ادا کریں گے اور نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے۔“

(4) **شہادت علی الناس**: اب ان تمام الفاظ یعنی (1) تبلیغ (2) دعوت اور (3) امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو جمع کریں گے تو ایک لفظ بنے گا: شہادت علی الناس! اور یہ دین کی دوسری چھت کی دوسری اصطلاح ہے۔ دیکھئے دعوت و تبلیغ اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر انفرادی سطح پر بھی کرنا ہے اور اجتماعی سطح پر بھی اور اس کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں پر اللہ کی طرف سے حجت قائم ہو جائے اور وہ قیامت کے دن یہ نہ کہہ سکیں کہ اے اللہ ہم تک تو تیرا پیغام کسی نے پہنچایا ہی نہیں تو ہم سے مواخذہ کیسا؟ ہم سے محاسبہ کس بات کا؟ لہذا یہ انبیاء اور رسولوں کا فرض ہوتا ہے کہ وہ لوگوں تک اللہ کے پیغام کو پہنچائیں اس لیے کہ وہ تو جیسے ہی اس مقصد کے لیے جاتے ہیں تاکہ لوگوں پر حجت قائم کر دیں۔ اس بارے میں سورۃ النساء میں فرمایا گیا: «رُسُلًا مُّبْتَلِينَ وَمُنذِرِينَ لِقَلَّ يُكْفُرُونَ لِلَّهِ اِيْس عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ط وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿۱۰۵﴾ ”یہ رسول (جیسے گئے) بشارت دینے والے اور خبردار کرنے والے بنا کر تاکہ نہ رہ جائے لوگوں کے پاس اللہ کے مقابلے میں کوئی حجت (دلیل) رسولوں کے آنے کے بعد۔ اور اللہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔“

ختم نبوت کے بعد اب یہ مقصد بحیثیت مجموعی امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے۔ امت نے چونکہ اس میں کوتاہی کی ہے لہذا صدیوں سے اللہ کی سزا کی گرفت میں ہے۔ میری ایک کتاب ہے: ”سابقہ اور موجودہ مسلمان امتوں کا ماضی حال اور مستقبل“۔ سابقہ امت مسلمہ یہود کے بارے میں ہمیں معلوم ہے کہ اللہ کی طرف سے ان پر کیسے کیسے عذاب آئے اور کیوں آئے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تو ان کو تمام جہان والوں پر فضیلت دی تھی۔ اس کا ذکر سورۃ البقرہ میں دو دفعہ (آیت 47 اور 122) آیا ہے:

«يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اذْكُرُوْا نِعْمَتِيْ الَّتِيْ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ وَاَنْتُمْ كُنْتُمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ ”اے یعقوب کی اولاد! یاد کرو میرے اُس انعام کو جو میں نے تم پر کیا اور یہ کہ میں نے تمہیں فضیلت عطا کی تمام جہان والوں پر۔“ لیکن تمہارے کروت یہ تھے کہ تم نے میری کتاب کو پس پشت ڈال دیا: «وَلَمَّا جَاءَهُمْ

رَسُولٍ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ مُصَدِّقٍ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيقٌ مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ الْكِتَابَ الَّذِي كُتِبَ لَهُمُ وَرَأَوْا ظُهُورَهُمْ كَاطَّةً يَلْعَلُونَ ﴿١٣٠﴾ (البقرة)

”اور جب آیا ان کے پاس اللہ کی طرف سے ایک رسول (یعنی محمد ﷺ) تصدیق کرنے والا اس کتاب کی جو ان کے پاس موجود ہے تو اہل کتاب میں سے ایک جماعت نے اللہ کی کتاب کو اپنی بیٹھوں کے پیچھے چھینک دیا گویا وہ جانتے ہی نہیں۔“

گا۔ یعنی یہ عذاب صرف ان کو اپنی لپیٹ میں نہیں لے گا کہ جنہوں نے جرائم یا گناہ کیے بلکہ وہ بے گناہ بھی اس کی لپیٹ میں آ جائیں گے جو خاموش رہے جنہوں نے دعوت و تبلیغ نہیں کی اور جنہوں نے اپنی حد امکان تک لوگوں کو برائی سے نہیں روکا۔ ظاہر بات ہے وہ بھی مجرم شمار ہوں گے اور وہ بھی اس عذاب کی زد میں آ جائیں گے۔ یہ ہے شہادت علی الناس!

دین کی تیسری چھت اور تیسری منزل کے لیے بھی چار اصطلاحات ہیں دوہی قرآن میں بیان ہوئی ہیں اور دو کا تذکرہ مدنی قرآن میں ہے۔

(1) **تکبیر رب**: مکی قرآن میں بیان شدہ پہلی اصطلاح ہے: تکبیر رب! یعنی رب کو بڑا کرو۔ رب کو بڑا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جس جگہ پر اللہ کی بڑائی نہیں مانی جا رہی وہاں اس کی بڑائی منوائی جائے۔ جہاں اس کا قانون نافذ نہیں، اور اس کے احکام کے مطابق فیصلے نہیں ہو رہے وہاں اس کا قانون نافذ کیا جائے۔ سورۃ المائدہ میں دو نوک انداز میں فرمایا گیا ہے: ”اور جو اللہ کی اتاری ہوئی شریعت کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہی تو کافر ہیں..... وہی تو ظالم ہیں..... وہی توفاسق ہیں۔“ (آیات: 44, 45, 47) یہ تو نام نہاد مسلمان ہیں اور انہوں نے اسلام کو صرف مذہب سمجھا ہے، لیکن بطور دین اور نظام کے نہیں سمجھا۔ آج پوری زمین پر ایسا کوئی خطہ نہیں ہے جہاں پر اللہ کا پورا دین قائم ہے۔ تو دنیا میں اللہ کے دین کو قائم کرنا اور اس کے قانون کو نافذ کرنا تکبیر رب ہے۔

رسول اللہ ﷺ پر نازل ہونے والی ابتدائی وحیوں میں سے سورۃ المدثر کی ابتدائی آیات بھی ہیں جن میں تکبیر رب کا حکم ہے۔ فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ﴿١﴾ قُمْ فَأَنذِرْ ﴿٢﴾ وَرَبِّكَ فَكَبِّرْ ﴿٣﴾﴾ ”اے کبل میں لپٹ کر لیٹنے والے (ﷺ)! اٹھ کھڑے ہو اور (لوگوں کو) خبردار کرو! اور اپنے رب کو بڑا کرو!“ ہم نے سمجھ لیا ہے کہ تکبیر رب کے معنی ہیں اللہ کو بڑا کہنا، لیکن تکبیر کے معنی یہ نہیں ہیں۔ تکبیر کے معنی ہیں کسی شے کو بڑا کرنا اور تصغیر کے معنی ہیں کسی شے کو چھوٹا کرنا۔ تکبیر رب کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی بڑائی مانی جائے اور اس کی حاکمیت دنیا میں بافضل قائم کی جائے۔ پھر یہ اصطلاح سورۃ بنی اسرائیل کے اختتام پر بھی آئی ہے: ﴿وَكَبِّرُوا لَكُمْ عَلَيْهَا﴾ یعنی اسے اس طرح بڑا بناؤ جیسے کہ اس کے بڑا ہونے کا حق ہے۔

(2) **اقامت دین**: دین کی تیسری چھت کے حوالے سے یہ دوسری اصطلاح ہے۔ سورۃ اشوریٰ میں اس کا حکم دیا گیا

ہے: ﴿أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ ط﴾ (اشوریٰ: 13) ”کہ دین کو قائم کرو اور اس میں بھگڑا مت ڈالو۔ ہاں مذہب کی سطح پر اختلاف ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔ نماز میں ہاتھ سینے پر ہوں یا ناف پر یا کھول دین اس اختلاف پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اسی طرح رفع الیدین کا معاملہ ہے جو بھی روایات آپ کو مضبوط معلوم ہوں ان کو اختیار کر لیں، کوئی مضائقہ نہیں۔ مذہب کی سطح پر کوئی اختلاف ہو جائے تو وہ قابل قبول ہے، لیکن دین کے معاملے میں اختلاف کسی صورت قابل قبول نہیں۔ وہاں اختلاف کریں گے بھی کیسے؟ کیا آپ اللہ اور رسول کی اطاعت میں اختلاف کریں گے؟ اقامت دین کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کو لازم پکڑو اللہ کا قانون نافذ کرو، حدود اللہ کو قائم کرو اور اس میں کسی اختلاف میں نہ پڑو۔ ﴿شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ ط﴾ (اشوریٰ: 13) ”(اے مسلمانو!) اللہ نے تمہارے لیے دین میں وہی کچھ مقرر کیا ہے جس کی وصیت اس نے نوح کو کی تھی اور جس کی وحی ہم نے (اے محمد ﷺ) آپ کی طرف کی ہے اور جس کی وصیت ہم نے کی تھی ابراہیم کو اور موسیٰ کو اور عیسیٰ (ﷺ) کو کہ قائم کرو دین کو اور اس میں تفرق نہ ڈالو۔“ یعنی نوح کا ابراہیم کا موسیٰ کا عیسیٰ (ﷺ) کا اور اے محمد ﷺ آپ سب کا دین ایک ہے البتہ شریعتیں مختلف ہیں: ﴿لِكُلِّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَا حَاظٌ﴾ (المائدہ: 48) ”تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے ایک شریعت اور ایک راہ عمل طے کر دی ہے۔“ دیکھئے شریعت موسوی اور شریعت محمدی میں فرق رہے گا منجھ عمل بھی تمام انبیاء و رسل کا ایک سانس نہیں ہو سکتا، لیکن ہمارے لیے منجھ نبوی کو اختیار کرنا لازم ہے۔

(3) **اظہار دین الحق علی الذین کلبہ**: تیسری چھت یعنی دین کو قائم کرنے کی جدوجہد کے حوالے سے مکی قرآن میں دو اصطلاحات بیان ہوئی ہیں: تکبیر رب اور اقامت دین۔ پھر اس ضمن میں دو ہی اصطلاحات مدنی قرآن میں بھی بیان ہوئی ہیں۔ پہلی اصطلاح ہے: اِظْهَارُ دِينِ الْحَقِّ عَلَى الَّذِينَ كَلَبَهُ! اور یہ قرآن مجید میں تین مرتبہ آئی ہے: ﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ﴾ (التوبة: 33، الطغ: 28، الصف: 9) ”وہی تو ہے

اب اس کی سزا مختلف مواقع پر ان کو ملی۔ کبھی آشوریوں کے ہاتھوں ان کا قتل عام ہوا کبھی بخت نصر کے ہاتھوں کبھی یونانیوں کے ہاتھوں کبھی رومیوں کے ہاتھوں۔ اس کے بعد پچھلی صدی میں جرموں کے ہاتھوں ان کا قتل عام ہوا ہے۔ یہ سارے عذاب اسی لیے آئے کہ انہوں نے بحیثیت امت مسلمہ اپنا فرض صحیح طریقے سے سرانجام نہیں دیا۔ ان میں کچھ نہ کچھ یقیناً نیکو کار بھی ہوں گے۔ قرآن مجید تو حضور ﷺ کے زمانے کے یہودیوں کے بارے میں بھی فرماتا ہے: ﴿لَيْسُوا سَوَاءً ط وَنَ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ قَدِ امْتَنَتْ لِي وَلِئَلَّ اللَّهُ أَنَا وَالنَّبِيُّ لَهُمْ يَسْجُدُونَ ﴿١٣٠﴾﴾ (آل عمران) ”یہ سب ہیں جو (سیدھے راستے پر) قائم ہیں، رات کے اوقات میں اللہ کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں۔“ مزید فرمایا کہ ان میں ایسے لوگ بھی ہیں کہ اگر ان کے پاس ڈھیروں سونا رکھو اور تو وہ اس میں رتی برابر بھی خیانت نہیں کریں گے اور تمہیں جوں کا توں واپس کر دیں گے، لیکن ان میں سے ایسے بھی ہیں کہ ان کے پاس ایک دینار بھی رکھو اور تو وہ واپس نہیں کریں گے۔ جب کسی قوم کی اکثریت اس طرح کی ہو جائے تو پھر ان پر اللہ کا عذاب آتا ہے اور اس عذاب کی گرفت میں وہ نیکو کار بھی آجاتے ہیں۔

نص قرآنی کے مطابق اس عذاب سے صرف وہ لوگ بچاے جاتے ہیں جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہے، یعنی خود بھی گناہوں سے رکے رہے اور دوسروں کو بھی روکتے رہے۔ البتہ جو خود تور کے رہے، لیکن دوسروں کو نہیں روکا تو وہ بھی عذاب کے اندر گھن کی طرح پس جاتے ہیں۔ چنانچہ سورۃ الانفال میں ارشاد ہوا: ﴿وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبُ الَّذِينَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً﴾ (آیت: 25) ”اور درو اس فتنے سے جو تم میں سے صرف گناہوں ہی کو اپنی لپیٹ میں نہیں لے

شہادتِ سیدنا حسینؑ داستانِ عزیمت اور فریضہ شہادتِ حق کی ادائیگی کے لیے مشعلِ راہ ہے۔

شجاع الدین شیخ

شہادتِ سیدنا حسینؑ داستانِ عزیمت اور فریضہ شہادتِ حق کی ادائیگی کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ یہ بات تنظیمِ اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کہی۔ انھوں نے کہا کہ اسلام کے سیاسی نظام میں ایک دراڑ آنے پر عزیمت کا راستہ اختیار کرتے ہوئے نواسہ رسول ﷺ نے اپنی اور اپنے خاندان کے بہت سے افراد کی جان قربان کر دی۔ حقیقت میں آج مسلمانوں کی اکثریت نے اسلام کو محض عقائد، عبادات و رسومات کا ایک مجموعہ سمجھ رکھا ہے۔ حالانکہ اسلام ایک مکمل نظامِ حیات ہے جو زندگی کے تمام انفرادی اور اجتماعی گوشوں پر محیط ہے۔ جس طرح انفرادی سطح پر عقائد، عبادات و رسومات کی دین میں اہمیت ہے، اتنی ہی اہمیت اجتماعی سطح پر اسلام کے معاشی، سیاسی اور معاشرتی نظام کی بھی ہے۔ نواسہ رسول ﷺ سیدنا حسینؑ کی دینی غیرت و حمیت نے نظامِ خلافت کا ملوکیت میں تبدیل ہونا برداشت نہ کیا۔ آج غزہ، مغربی کنارے اور لبنان کے مسلمان گویا ایک کربلا کی سی کیفیت سے گزر رہے ہیں۔ پھر یہ کہ ناجائز صیہونی ریاست اسرائیل، گریٹر اسرائیل کے منصوبے کو مسلسل آگے بڑھا رہی ہے اور صیہونی آئے روز مسجد اقصیٰ پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔ امریکہ، مغربی یورپ اور بھارت نے غزہ میں مسلمانوں کی نسل کشی میں اسرائیل کی مکمل مدد کی۔ گویا باطل کی تمام قوتیں غزہ کے مسلمانوں کے قتل عام میں بالواسطہ یا بلاواسطہ شریک رہیں۔ اگر یہود و ہندو کا گھگھہ جوڑ آج بھی کسی پر واضح نہیں تو ہم دعا ہی دے سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دل کی آنکھ بھی کھولے تاکہ اشیاء اپنی اصل حقیقت کے مطابق دکھائی دیں۔ پھر یہ کہ ایران کے خلاف امریکی و اسرائیلی حملوں کے بعد عارضی جنگِ بندی کے ایم او یوز MOUs پر دستخط ہو چکے ہیں اور اُس کے بعد سویٹزرلینڈ میں ان کی بنیاد پر خطے میں مستقل جنگِ بندی اور قیامِ امن کے لیے 60 روزہ مذاکراتی عمل کا بھی آغاز ہو چکا ہے، جس میں پاکستان بھی ایک ضامن ہے، لیکن ناجائز صیہونی ریاست اسرائیل کسی نوعیت کی جنگِ بندی اور امن معاہدے کو ماننے کے لیے تیار ہی نہیں۔ مسلمانوں کی موجودہ ذلت و رسوائی کا باعث یہی ہے کہ قرآن و سنت کے طے شدہ نظام یعنی نظامِ خلافت کو ترک کر کے مغرب سے درآمد شدہ نظام کو عالمِ اسلام پر نافذ کر دیا گیا ہے۔ آج اسلام کے نام پر بننے والے ملک پاکستان میں اسلامی نظام کی سیاسی، سماجی اور معاشی بنیادیں ڈھیر کر دی گئیں ہیں لیکن مسلمانانِ پاکستان اُس سے مَس نہیں ہو رہے۔ ہمیں اسوہٴ حسینیؑ سے رہنمائی لیتے ہوئے باطل کے خلاف ڈٹ جانا ہوگا اور فریضہ شہادتِ حق ادا کرنا ہوگا تاکہ دنیا اور آخرت دونوں میں کامیابی مل سکے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیمِ اسلامی، پاکستان)

جس نے بھیجا ہے اپنے رسول (محمد ﷺ) کو الہدی اور دینِ حق دے کر تاکہ غالب کر دے اسے کل کے کل دین (نظامِ زندگی) پر۔ یعنی صرف معاشرتی نظام پر نہیں بلکہ سیاسی نظام پر بھی اور معاشی نظام پر بھی اللہ کا دین غالب ہو۔ سو حرام ہے لہذا اس کو ختم کر ڈفٹا اور نفیثات کو کمائی کا ذریعہ بنانا حرام ہے لہذا اس کا سدباب کرو۔ یہ جو آج کل ہمارے معاشرے میں بے حیائی کو پھیلا کر اس کے ذریعے سے کمائی کے راستے اختیار کیے گئے ہیں اس سے ہمارا معاشرہ زوال کی جانب تیزی سے گامزن ہے۔ ہر شے کے اشتہار کے ساتھ عورت کی تصویر ہوتی ہے اور اخبارات میں اشتہارات کی بھرمار ہوتی ہے۔ پمپشن اور شو بزنس کے نام پر تصویر نگین صفحات الگ سے چھاپے جاتے ہیں کہ یہ موسم گرما کا انداز ہے یہ موسم سرما کا انداز ہے اور یہ بہار کے رنگ ہیں۔ یہ تمام چیزیں نہیں ہونی چاہئیں۔ لہذا سارے نظاموں پر اللہ کے دین کو غالب کرنے کی جدوجہد ضروری ہے جس کے لیے قرآن کی جامع اصطلاح ہے:

﴿4﴾ اَظْهَارُ دِينِ الْحَقِّ عَلَى الدِّينِ الْكَلْبِ۔
(4) يَكُونُ الدِّينُ كُلَّهُ لِلَّهِ: یہ بھی ایک جامع ترین اصطلاح ہے اور یہ سورۃ الانفال میں آئی ہے۔ ارشاد ہوا: ﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلَّهُ لِلَّهِ﴾ (انفال: 39) اور (اے مسلمانو!) ان (کفار و مشرکین) سے جنگ کرتے رہو یہاں تک کہ فتنہ (کفر) باقی نہ رہے اور دین کل کا کل اللہ ہی کا ہو جائے۔ یعنی ان مشرکین اور کفار سے جنگ کرو اور جنگ کرتے رہو یہاں تک کہ فسادِ فتنہ اور بغاوت بالکل فرو ہو جائے اور نظام پورے کا پورا اللہ کے حکم کے تابع ہو جائے۔ اس آیت میں چوٹی کی بات بیان فرمائی گئی ہے اس لیے کہ جہاد کی چوٹی قتال ہے۔

یہ ہے آخری منزل اور اس بارے میں ایک بات نوٹ کر لیجیے کہ سب سے اہم پہلی منزل ہے اور سب سے بلند تیسری منزل ہے۔ پہلی اس لیے اہم ہے کہ پہلی منزل ہوگی تو دوسری بنے گی اور دوسری ہوگی تو تیسری بنے گی۔ لیکن بلند ترین آخری منزل ہے جس کے لیے یہ اصطلاحات بیان ہوئی ہیں: تکبیر رب، اقامتِ دین، لَيَكُونَنَّ كَلِمَةً لِلَّهِ هِيَ الْعَلْيَا: اَظْهَارُ دِينِ الْحَقِّ عَلَى الدِّينِ الْكَلْبِ۔ وَيَكُونُ الدِّينُ كُلَّهُ لِلَّهِ!

اللہ تعالیٰ ہمیں دین کا صحیح فہم اور اس کے مختلف اجزاء کے باہمی ربط و تعلق کو سمجھنے اور اس کے مطابق اپنے فرائض ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا رب العالمین! ﷻ

اور خدمت کرنے سے باز نہ آئے۔ اس لیے اُس نے انہیں اس ساری مصیبت میں ڈال دیا ہے۔“

(تواریخ، ذم، باب 7 آیت 19 تا 22)

لیکن اس واضح وارننگ کو بھی فراموش کر دیا گیا اور سلیمانؑ کی وفات کے بعد شرک اور بت پرستی شروع ہو گئی۔ ملک دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ شالی ریاست اسرائیل میں بچھڑے، بعل اور عشتارات کی پرستش کے ساتھ دیگر دجالی فتنے بھی اپنے عروج پر پہنچ گئے۔ نتیجتاً آشوری حکمرانوں کے ہاتھوں اسرائیل ملیا میٹ ہو گیا۔ جنوبی ریاست یہودہ میں بھی اللہ کی نافرمانیاں عروج پر پہنچ گئیں۔ تب بخت نصر کے حملے اور بابل کی اسیری سے قبل ایک بار پھر اللہ تعالیٰ نے یرمیاہ نبی کے ذریعے یہودیوں کو خبردار کیا:

”اگر تم اپنی راہیں درست کرو، اور سچ بولنے لگو تو میں تمہیں اس جگہ بسا رہنے دوں گا۔“ (یرمیاہ، 7: 7-8)

اگر پردیسی اور تقسیم اور یہودہ پر ظلم نہ کرو اور اس بیت المقدس میں بیگناہوں کا خون نہ بہاؤ اور غیر معبودوں کی پیروی جس میں تمہارا نقصان ہے نہ کرو تو میں تم کو بیت المقدس اور اس ملک میں بسا رہنے دوں گا جو میں نے تمہارے باپ دادا کو دیا۔“ (یرمیاہ، 7: 7-8)

”کیا تم چوری کرو گے، خون بہاؤ گے، زنا کاری کرو گے، مچھوئی قسم کھاؤ گے اور بعل کے لیے منجور جلاؤ گے اور غیر معبودوں کی جن کو شتم نہیں جانتے تھے پیروی کرو گے اور میرے گھر (بیت المقدس) میں جو میرے نام سے کہلاتا ہے آکر کھڑے ہو گے اور کہو گے کہ ہم نے خلاصی پائی تاکہ یہ سب نفرتی کام کرو؟ کیا یہ گھر جو میرے نام سے کہلاتا ہے تمہاری نظر میں ڈاکوؤں کا غار بن گیا؟ دیکھو خداوند فرماتا ہے میں نے خود یہ دیکھا ہے۔“ (یرمیاہ، 7: 1 تا 8: 11)

لیکن بنی اسرائیل نے نہ تو یرمیاہ نبی کی سنی اور نہ ہی موسیٰ و ابراہیم علیہ السلام کے عہد کی پاسداری کی بلکہ ہر وہ کام کیا جس سے یہ تمام عہد ٹوٹ گئے تب اللہ نے یرمیاہ نبی سے مخاطب ہو کر کہا:

”کیا تو نہیں دیکھتا کہ وہ یہودہ کے شہروں میں اور یروشلم کے کوچوں میں کیا کرتے ہیں؟ سچ لکڑیاں جمع کرتے ہیں، باپ آگ سلاگتے ہیں اور عورتیں آنا گوند حتیٰ ہیں تاکہ آسمان کی ملکہ (اشتر) کے لیے روٹیاں پکائیں اور غیر معبودوں کے لیے تپاون تپا کر مجھے غضب ناک کریں۔“ (یرمیاہ، 7: 17-18)

اللہ تعالیٰ نے یرمیاہ نبی پر واضح کر دیا کہ اب یہ قوم معافی کے قابل نہیں رہی:

”اپنے بال کاٹ کر چھینک دے اور پہاڑوں پر جا کر ٹوہ کر کیونکہ خداوند نے ان لوگوں کو جن پر اس کا قہر ہے تڑا اور ترک کر دیا ہے۔ اس لیے کہ بنی یہودہ نے میری نظر میں بڑائی کی۔ خداوند فرماتا ہے انہوں نے اُس گھر (بیت سلیمان) میں جو میرے نام سے کہلاتا ہے اپنی مکڑ وہاں (بت) رکھیں تاکہ اُسے ناپاک کریں اور انہوں نے ٹوٹ کے اُونچے مقام بن ہوئیں کی وادی میں بنائے تاکہ اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کو (موتک دیتا کے سانے) آگ میں جلا لیں جس کا میں نے حکم نہیں دیا اور میرے دل میں اس کا خیال بھی نہ آیا تھا۔“ (یرمیاہ، 29: 7-9)

یرمیاہ باب 7 میں بنی اسرائیل کے ان تمام گھناؤنے کاموں کی تفصیل کے بعد آخر میں وہ پیشین گوئی موجود ہے جو بخت نصر کے حملے، یروشلم کی بربادی کی صورت میں پوری ہوئی:

”خداوند فرماتا ہے اب چونکہ تم نے یہ سب کام کیے، میں نے بروقت تم کو کہا اور تاکید کی، پر تم نے نہ سنا اور میں نے تم کو بلایا اور تم نے جواب نہ دیا۔ اس لیے میں اس گھر (بیت سلیمان) سے جو میرے نام سے کہلاتا ہے اور اس مکان (یروشلم) سے جسے میں نے تم کو اور تمہارے باپ دادا کو دیا وہی کروں گا جو میں نے سبلا سے کیا ہے۔ اور میں تم کو اپنے حضور سے نکال دوں گا جس طرح تمہاری ساری برادری افرائیم کی کل نسل کو نکال دیا ہے۔“ (یرمیاہ، 13: 7-15)

سیلا بنی اسرائیل کا پہلا مرکز عبادت تھا، جہاں خیمہ اجتماع اور عہد کا صندوق (Ark of the Covenant) رکھا گیا تھا۔ یہ مقام یشوع (Joshua) کے زمانے سے لے کر سموئیل نبی کے دور تک مقدس ترین مقام تھا۔ افرائیم کے زمانے میں اس کی برادری دین ابراہیم کو چھوڑ کر نمرودی دین پر چل پڑی (بعل اور اشتر کی پوجا کی) اور نتیجہ میں بت پرستی اور بے حیائی میں مبتلا ہوئی لیکن اس کے باوجود وہ سمجھ رہی تھی محض ”عہد کے صندوق“ کو جنگ میں ساتھ لے جا کر دشمن پر فتح پالے گی۔ اللہ نے انہیں سزا دی، عہد کا صندوق بھی چھین لیا گیا اور سیلا کو مکمل طور پر تباہ کر دیا گیا۔ اسی طرح بخت نصر کے حملے سے قبل یرمیاہ نبی کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے خبردار کیا کہ تمام تگھناؤنے کام کرنے کے

بعد جسے تم لوگ سمجھتے ہو کہ یہ کل سلیمان کی وجہ سے تم بخش دیئے جاؤ گے یا یروشلم میں آباد رہو گے تو یہ تمہاری غلط فہمی ہے (2)۔ کتاب یرمیاہ باب 22 میں اس کی پوری تفصیل ہے اور یہ پیشین گوئی بھی کہ:

”مختلف قوموں سے لوگ اس شہر سے گزریں گے۔ وہ ایک دوسرے سے پوچھیں گے: خداوند نے اس عظیم شہر کو کیوں تباہ کر دیا۔ اس سوال کا جواب یہ ہو گا، خدا نے یروشلم کو فنا کیا، کیوں کہ یہودہ کے لوگوں نے خداوند اپنے خدا کے ساتھ کئے گئے معاہدے کو توڑ دیا تھا۔ ان لوگوں نے غیر خدا کی عبادت کی۔“

(یرمیاہ، 22: آیت 8، 9)

586 قبل مسیح میں یرمیاہ نبی کی پیشین گوئی پوری ہوئی اور بخت نصر نے یروشلم پر حملہ کر کے یہ کل سلیمان کو گرا دیا اور لاکھوں یہودیوں کو قتل کیا اور باقیوں کو اسیر بنا کر بابل لے گیا۔ یروشلم مکمل طور پر تباہ ہو گیا۔

جنوری 2025ء میں اسرائیلی سوشل میڈیا نے گریٹر اسرائیل کا جو نقشہ جاری کیا اس کے ساتھ بھی یہی تفصیل لکھی ہوئی تھی کہ 931 قبل مسیح میں سلیمان کی وفات کے بعد مملکت دو حصوں میں تقسیم ہو گئی: شمال میں مملکت اسرائیل اور جنوب میں مملکت یہودہ۔ شمالی مملکت اسرائیل 209 سال بعد آشوریوں کے ہاتھوں (722 قبل مسیح) اور جنوبی مملکت یہودہ 345 سال بعد بابل کے بادشاہ بخت نصر کے ہاتھوں ختم ہو گئی۔

(1): موجودہ اُمت مسلمہ کو بھی قرآن مجید میں بار بار وارننگ دی گئی ہے کہ یہود و نصاریٰ سے دوستی نہ کرنا، نہ ان کے دین پر چلنا مگر مسلم اشرافیہ نے نہ صرف ان سے دوستیاں اور رشتہ داریاں کر لیں بلکہ ابراہیم اکارڈز جیسے اسلام دشمن معاہدے بھی کر لیے۔ لہذا اللہ کے اصول کا اطلاق موجود اُمت پر بھی ہو رہا ہے۔ یعنی سرزمین موعود پر قبضہ نمرود کے دین پر چلنے والوں کا ہو رہا ہے۔

(2): موجودہ اُمت مسلمہ بھی سیکولر ازم، لبرل ازم، ماڈرن ازم اور ابراہیم اکارڈز وغیرہ کے نام پر دین ابراہیم سے دور ہوتی جا رہی ہے، اسی وجہ سے ہر سال حج اور عمرہ میں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد اور دعائیں کام نہیں آ رہیں بلکہ اُمت کے حالات بد سے بدتر ہوتے جا رہے ہیں اور شرک اور کافر قوموں کا غلبہ بڑھتا چلا جا رہا ہے۔

فتنوں کے دور میں ایمان کی اہمیت اور اس کی حفاظت کے طریقے

مولانا حفظ الرحمن دہلوی

اللہ تعالیٰ کی اس کائنات میں ان گنت نعمتیں ہیں، ان نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت ایمان کی نعمت ہے، اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ انسان اُس کی نعمتوں کا شکر ادا کرے، اُن کی حفاظت کرے اور اُن کی نعمتوں کے تقاضوں کو صحیح طریقوں سے پورا کرتے ہوئے اس کا اظہار کرے۔ ایمان کا شکر یہ ہے کہ ایک مسلمان اس کی حفاظت کرے اور اسے اپنے ساتھ قبر تک لے جائے، گویا اپنے اور دوسروں کے ایمان کی حفاظت کرنا یہ اہم ترین فریضہ ہے، اللہ تعالیٰ نے اس حوالے سے قرآن کریم میں ایمان والوں کو حکم دیا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُوا إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ﴿۱۰۸﴾﴾ (آل عمران)

”اے اہل ایمان! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جتنا کہ اُس کے تقویٰ کا حق ہے اور تمہیں ہرگز موت نہ آنے پائے مگر فرما کر وہی ایمان کی حالت میں۔“

اور ایمان کا اظہار یہ ہے کہ ایمانی تقاضوں کے مطابق زندگی بسر کی جائے، ایمانی صفات کے ساتھ زندگی گزارنے پر انسان کی دنیا و آخرت کی زندگی کی فلاح اور کامیابی کا دار و مدار ہے اور جو دنیا میں نافرمانی والی زندگی گزارتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی دنیا کی زندگی تنگ کر دیتا ہے اور آخرت میں بھی سخت پکڑ کا سامنا ہوگا۔ کافروں کے بارے میں آتا ہے کہ کافر جب آخرت میں اللہ کے عذاب میں گھرے ہوں گے اور مسلمانوں کو جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتا دیکھ کر بار بار یہ آرزو اور تمنا کریں گے کہ کاش! ہم بھی دنیا میں ایمان لے آتے، بلکہ یہ آرزو تو موت کے وقت سے ہی شروع ہو جائے گی، جب فرشتہ جان نکالنے کے لیے کھڑا ہوگا اور موت کے بعد کے حقائق آنکھوں کے سامنے آجائیں گے، اُس وقت یہ آرزو کریں گے کہ کاش! ہم بھی ایمان والوں میں ہوتے اور آج موت کے بعد جس عذاب میں ہم مبتلا ہیں، اس سے محفوظ رہتے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کافروں کی اس آرزو کو اس طرح بیان کیا ہے: ﴿رُبَّمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ ﴿۱۰۹﴾﴾ (الحج) ”ایک وقت خواہش کریں

گے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا تھا کہ کاش وہ مسلمان ہوتے۔“ اس آیت کے فوائد کے ضمن میں علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے کافروں کی اس آرزو کے مواقع ذکر کیے ہیں:

1- دنیا و آخرت کا ہر وہ موقع جن میں کافروں کو نامرادی اور مسلمانوں کو کامیابی پیش آئے گی، کفار رو رو کر اپنے مسلمان ہونے کی تمنا اور نعمتِ اسلام سے محروم رہ جانے کی حسرت کریں گے۔

2- موت کے وقت جب عالم الغیب کا مشاہدہ ہوگا۔

3- جب بہت سے مسلمان اپنے گناہوں کے سبب دوزخ میں ہوں گے اور ایمان کی وجہ سے رحمتِ خداوندی کی بدولت جہنم سے چھٹکارہ حاصل کر کے جنت میں چلے جائیں گے۔

دنیا میں انسان اگر کسی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو کوشش کرتا ہے کہ کچھ مال دے کر اُس مصیبت سے چھٹکارا حاصل کرے، لیکن آخرت میں عذاب سے نجات کے لیے ایمان ضروری ہے، اس کے بغیر نہیں بچا جاسکتا، نہ کسی قسم کی رشوت چلے گی، بلکہ اگر فرض کریں وہاں کسی کے پاس مال ہو اور وہ درخواست کرے کہ میرے سے مال لے کر مجھے چھوڑ دیا جائے، تب بھی جان نہیں چھوٹے گی۔ ویسے تو ہر زمانے میں ایمان کی حفاظت ضروری رہی ہے، لیکن دورِ جدید میں جہاں ہر طرف مادیت کا ایک سیلاب ہے، ہر طرف سے فتنوں کی یلغار ہے، گویا ہر دن کوئی نئی فتنہ جنم لے رہا ہے، اس دور میں نیکی کرنا مشکل ہے تو نیکی کی حفاظت اُس سے زیادہ مشکل ہے، گویا قریب قیامت ہے کہ انسان کی دلی کیفیت رات دن کے تغیر کے ساتھ تبدیل ہو رہی ہے، مادی دنیا کی حصول کی خاطر اپنے ایمان کو ختم کر رہا ہے، اس کو حدیث شریف میں یوں تعبیر کیا ہے:

”اعمالِ صالحہ میں جلدی کرو، قبل اس کے کہ وہ فتنے ظاہر ہو جائیں جو تارکِ رات کے نکلنے کی مانند ہوں گے (اور ان فتنوں کا اثر یہ ہوگا کہ) آدمی صبح کو ایمان کی حالت میں اُٹھے گا اور شام کو کافر بن جائے گا، اور شام کو مومن ہوگا تو صبح کو کافر کی حالت میں اُٹھے گا، نیز اپنے دین کو دنیا کی تھوڑی سی متاع کے عوض بیچ دے گا۔“ (جامع الترمذی)

گویا آج کے اس پُر فتن دور میں انسان اپنی سب سے قیمتی متاع جس پر آخرت کی کامیابی و فلاح موقوف ہے، دنیا کے چند کموں کی خاطر ضائع کر رہا ہے۔ وہ دنیا جس کی ہر راحت و آسائش اور ہر تکلیف و مشقت کو فنا ہے اور موت کے وقت دنیا کی ہر چیز انسان کا ساتھ چھوڑ دیتی ہے، دنیا کی نعمتوں کی آخرت کی بیش بہا نعمتوں کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں ہے، اس حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے یوں بیان کیا ہے:

﴿بَلْ تُوْتُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۱۰﴾ وَالْآخِرَةَ خَيْرًا ﴿۱۱﴾﴾ (الأنفٰی ﴿۱۰﴾﴾ (الاعلیٰ) ”بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ جبکہ آخرت بہتر بھی ہے اور باقی رہنے والی بھی۔“

آج جن فتنوں کا سامنا ہے، ان میں بہت سے تو دین کے نام پر اور اسلامی عنوانات اور شرعی اصطلاحات استعمال کر کے لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں، کوئی جدیدیت کے نام پر عقائد کو کھوکھلا اور اعمال کو بے وزن کر رہا ہے، کوئی اکابر و اسلاف سے بے زاری پیدا کر رہا ہے، کوئی قرآنی آیات کی من مانی تفسیر کر کے لوگوں کے لیے گمراہی کے اسباب تیار کر رہا ہے، کوئی احادیث کے متفقہ مفاد کو بگاڑ کر یہ یاور کر رہا ہے کہ اکابرینِ اُمت نے قرآن و حدیث کی صحیح تفسیر و تشریح نہیں کی اور خود ساختہ مفہوم نکال کر قرآن و حدیث کی تفسیرات کی مخالفت کر رہا ہے، کوئی نزولِ مسیح علیہ السلام کا انکار کر رہا ہے، کوئی مہدویت کا دعوے دار بن کر اُمت کو گمراہ کر رہا ہے، غرض ہر طرف سے فتنے پرور لوگ مسلمانوں کا ایمان خراب کر رہے ہیں اور ایمان کا سودا کرنے پر تلے ہوئے ہیں، یہ اُمت جتنا دور نبوی سے دور ہو رہی ہے، اتنا ہی فتنوں کے قریب ہو رہی ہے۔ فتنوں کا ایک سیلاب ہے جو تھمے گا نام نہیں لے رہا، ہر ایک کسی نہ کسی شکل میں ان فتنوں کا شکار ہو رہا ہے۔

ایک حدیث شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”میں دیکھ رہا ہوں کہ (عن قریب) تمہارے گھروں میں فتنے اس طرح برس رہے ہوں گے، جیسے بارش برستی ہے۔“ (رواد البخاری)

فتنہ کے کہتے ہیں؟ ہر طرح کی آزمائش کو فتنہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، مال و دولت کو بھی فتنہ کہا گیا ہے:

﴿وَاعْلَمُوا أَنَّمَا آفَؤُاْكُمْ وَآؤَادُكُمْ فِتْنَةٌ ﴿۱۰۸﴾﴾

گو یا ہر وہ چیز جو انسان کو اپنے رب سے غافل کر دے فتنہ ہے، حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فتنہ کی تعریف یہ کی ہے کہ: "باطل کو حق کی شکل میں کیا جائے، یہاں تک کہ عام آدمی کو حق اور باطل کے درمیان امتیاز کرنا مشکل ہو جائے۔"

(تحفہ نقاد یا نیت جلد: 6، ص: 310)

فتنے مختلف ہیں، اس میں سے ایک انسان کا اندرونی فتنہ ہے، جس کی وجہ سے دل میں خرابی کا ہونا اور عبادت میں حلاوت کا نہ ہونا، اسی طرح کچھ خارجی فتنے ہیں، مثلاً گھر میں، اولاد میں، معاشرے میں فتنوں کا پیدا ہونا۔ فتنوں کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں، جن کا ذکر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے بصائر و عبر میں ایک جگہ کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے:

1- عملی فتنے

عملی فتنے یعنی گناہوں کی مختلف قسموں کا امت میں عام ہو جانا، جیسے: بے حیائی، شراب نوشی، سود خوری وغیرہ، جتنی ان برائیوں میں کثرت ہوگی، اتنا ہی نیکیوں میں کمی واقع ہوگی اور ان برائیوں کے اثرات سارے ہی اعمال صالحہ پر پڑیں گے۔

2- علمی فتنے

علمی فتنے جو علوم و فنون کے راستے سے آتے ہیں اور ان کا اثر براہ راست عقائد پر پڑتا ہے، ان فتنوں کے ذریعہ الحاد و تحریف اور تشکیک کو عام کیا جاتا ہے، جس کے نتیجے میں ایک مسلمان اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ "ہر چیز کی حفاظت کے لیے کچھ تدبیریں ہوتی ہیں، جس کے ذریعہ اس چیز کی حفاظت کی جاتی ہے، اسی طرح ایمان کی حفاظت کے لیے کچھ تدبیریں ہیں، جس کے ذریعے ہم اپنے ایمان کو بچا سکتے ہیں:

1- انبیاء کرام علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت کا مطالعہ

انبیاء کرام علیہم السلام کی دنیا میں بعثت کا مقصد ہی ایمان کی دعوت ہوتا ہے اور جس قدر آزمائش اس ایمان کی وجہ سے ان پر آتی ہے، کسی اور پر نہیں آتی، اسی لیے انہیں ایمان کی سب سے زیادہ فکر ہوتی ہے، حالانکہ ان کا ایمان پر خاتمہ نہیں ہوتا ہے، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ سے ایمان پر خاتمہ کی دعا کرتے ہیں، جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے دعا فرمائی:

﴿فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قَدْ اَنْتَ وَّلِيٌّ فِى الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾ (یوسف: 101) "اے وہ ہستی جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے تو ہی میرا کارساز ہے، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔"

جس چیز کی اہمیت جس قدر زیادہ ہوتی ہے، اس کی تاکید اسی حساب سے کی جاتی ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کو ایمان کی فکر ہر چیز سے زیادہ تھی، اس لیے اپنی اولاد کو بھی اسی کی وصیت کرتے تھے کہ ایمان پر جتنے رہنا اور اسی پر مرنا جیسے حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوب علیہم السلام نے اپنی اولاد کو وصیت فرمائی تھی:

"اور اسی کا حکم کر گئے ہیں ابراہیم اپنے بیٹوں کو اور (اسی طرح) یعقوب بھی، میرے بیٹو! اللہ تعالیٰ نے اس دین کو تمہارے لیے منتخب فرمایا ہے، سو تم بجز اسلام کے اور کسی حالت پر جان مت دینا۔" (البقرہ: 132)

2- اہل حق علماء اور صلحاء کی صحبت اور ان کی مجالس میں شرکت

ایمان کی حفاظت اور اعمال صالحہ کی پابندی اور اخلاق کی درستگی کے لیے اللہ والوں کی صحبت ضروری ہے، کیونکہ انسان کے اندر یہ خاصیت ہے کہ وہ دوسرے انسانوں کے خیالات و حالات سے بہت جلد متاثر ہوتا ہے اور دوسروں کا اثر قبول کرتا ہے، اسی وجہ سے نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنے کی دین اسلام میں بہت تاکید آئی ہے، اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن کریم میں ایمان والوں کو اس بات کا حکم دیا کہ بچوں کی صحبت اختیار کرو:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۹﴾﴾ (التوبہ) "اے اہل ایمان! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور سچے لوگوں کی معیت اختیار کرو۔"

نیک لوگوں کی صحبت کا اثر یہ ہوتا ہے کہ انسان ان کے احترام اور حیا کی وجہ سے بہت سے گناہوں سے بچا رہتا ہے، بلکہ اہل اللہ کی صحبت حفاظت ایمان کا بھی ذریعہ ہے۔

3- اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری اور برائیوں سے بچنا

ایمان کی حفاظت کے لیے ضروری ہے کہ شریعت کی کامل پیروی کی جائے اور خلاف شرع امور سے اپنے آپ کو بچایا جائے، کیوں کہ نیکی اور برائی کا اثر انسان کے دل پر پڑتا ہے اور دل کی خرابی کا اثر سارے جسم پر ہوتا ہے، جیسا کہ ایک حدیث آتا ہے:

"خبردار! بلاشبہ بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے، جب وہ

ٹکڑا صالح رہتا ہے تو تمام بدن میں صالحیت رہتی ہے اور جب اس میں فساد پیدا ہوتا ہے تو پورے جسم کا نظام بگڑ جاتا ہے، خبردار! اور وہ ٹکڑا دل ہے۔" (صحیح بخاری) جتنی نیک اعمال کی کثرت ہوگی ایمان میں اسی قدر مضبوطی ہوگی اور برائیاں جتنی زیادہ ہوں گی ایمان میں اسی حساب سے کمزوری ہوگی۔ آج ہم لوگ اچھی باتیں پڑھتے ہیں، سنتے ہیں، لیکن ہمارے دلوں پر ان کا اثر نہیں ہوتا، اس کی اصل وجہ گناہوں کی کثرت ہے۔

4- تلاوت قرآن اور ذکر و اذکار اور دعاؤں کا اہتمام

ایمان کی بقا اور فتنوں سے حفاظت کے لیے روزانہ قرآن کریم کی اور خصوصیت کے ساتھ جمعہ کے روز سورۃ الکہف کی تلاوت کا معمول اور صبح شام کے مسنون اذکار، موقع محل کی دعائیں اور ان دعاؤں کے مانگنے کا اہتمام کرنا چاہیے، جس میں ایمان و یقین کی حفاظت اور تکفل وارتداد اور فتنوں سے پناہ مانگی گئی ہے۔

5- فضائل و عقائد اور فتنوں کے متعلق کتابوں کا مطالعہ

اور ان کی تعلیم

دین اسلام میں عقائد کی بڑی اہمیت ہے اور آخرت کی نجات عقیدہ کی درستگی پر موقوف ہے، اس اہمیت کی وجہ سے نومولود کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کا حکم دیا گیا ہے، تاکہ ابتدا سے ہی بچہ کو عقیدہ توحید و رسالت کی تلقین ہو جائے اور جب بچہ بولنا شروع کرے تو پہلی بات جو اسے سکھائی جائے وہ عقیدہ توحید پر مشتمل کلمہ ہو، جیسا کہ ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کے متعلق یہ تعلیمات دی ہیں کہ: "جب تمہاری اولاد بولنے لگے تو ان کو "لا الہ الا اللہ" سکھاؤ، جب اس کے اندر کچھ سمجھ بوجھ پیدا ہو تو اس کلمہ کا مطلب اور معنی سکھایا جائے، یہ کلمہ اسلام کے تمام عقائد کو شامل ہے، گویا جو شخص اس کلمہ کا اقرار کرتا ہے، اس کے لیے ہر اس بات پر دل و جان سے ایمان لانا فرض ہو جاتا ہے۔ آج کل بہت سے مسلمان اپنے بچوں کو دینی تعلیم اور اسلامی عقائد نہیں سکھاتے، بلکہ خود بھی ان سے ناواقف ہوتے ہیں، اس ناواقفیت کی وجہ سے بسا اوقات اسلامی عقائد کا انکار کر کے اسلام کے دائرہ سے نکل جاتے ہیں۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان کی حفاظت فرمائے اور ہر طرح کے فتنوں سے بچائے، آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین!



غم نہ کر

بنتِ یقین

جب ہم انسانی زندگی پر غور کرتے ہیں تو یہ چلتا ہے کہ آدم کی اولاد میں کوئی غریب ہو یا امیر، تندرست ہو یا بیمار، چھوٹا ہو یا بڑا، حاکم ہو یا محکوم، با اختیار ہو یا بے اختیار، اسے غم سے لازماً واسطہ پڑتا ہے۔ غم اور خوشی وہ تانا بانا ہیں جن سے انسانی زندگی مٹی گئی ہے۔ کسی کے پاس مسرت کے سامان کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں وہ کسی نہ کسی وقت غم کا شکار ہو کر رہی رہتا ہے۔ حدیث نبوی ہے:

”آدم کا بیٹا اس حالت میں بنایا گیا ہے کہ اس کے پہلو میں نانوے مصیبتیں ہیں۔“ (رواہ الترمذی)

غم کے اسباب اتنے زیادہ ہیں کہ انسان ایک سے بچ جائے تو کوئی دوسرا اُسے آلیتا ہے۔ دوسرے سے بچا تو تیسرا آد بولتا ہے۔ تیسرے سے محفوظ ہو تو کوئی چوتھا حملہ آور ہو جاتا ہے۔ کبھی کسی عزیز کی موت، نیم جان کر جاتی ہے۔ کبھی بے روزگاری یا قرض کی زیادتی اور آمدنی کی کمی سوا بان روح بنی رہتی ہے۔ کبھی اپنی یا کسی رشتہ داری بیماری دردِ اولم اور فکر و غم کا شکار بنائے رکھتی ہے۔ کبھی کوئی ذہنی اضطراب ایسی بے کلی میں مبتلا کئے دیتا ہے کہ کسی پل چین نہیں آتا۔ کبھی کسی زبردست کا خوف تو کبھی کسی زبردست کے شکوے جینا حرام کر دیتے ہیں۔ کبھی احسان کرنے والوں کی نشروں جیسی زبانیں دل کو پھلانی کر دیتی ہیں اور کبھی وہ کہ جن پر احسان کئے گئے تھے ایسی بے مہربی اور طوطا چشمی سے کام لیتے ہیں کہ دل خون کے آسورتا ہے۔ کبھی بے اولاد ہونے کا غم تو کبھی کثیر اولاد کی ذمہ داریوں کا بوجھ راتوں کی نیند اڑا دیتا ہے۔ کبھی بچوں کی شادی کا مسئلہ کہیں رشتے داروں کی بدسلوکیاں کہیں ہمسایوں سے اُن بن اپنے سے اوپر والوں کے مظالم اپنے سے نیچے والوں کی گستاخیاں غرضیکہ غموں کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے جو چلتا ہی چلا جاتا ہے۔

غمِ اولم کے اس سمندر میں بہت سے غم اس خاص فتنے سے تعلق رکھتے ہیں جسے ”اولاد“ کہا گیا ہے۔ جو والدین دنیا کی زندگی میں ہی کھوئے رہتے ہیں انہیں یہ فکر کھائے جاتی ہے کہ کسی طرح بچوں کو دنیا کا جاہ و مال اور شان و شوکت کے سامان زیادہ سے زیادہ حاصل ہو جائیں اور اگر دینی میاں رکھنے والے والدین ہوں تو ان کی فکر مندی اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے کیونکہ انہیں یہی دھڑکا لگا رہتا ہے کہ کہیں بچے دین سے دور نہ ہو جائیں۔

ان لاتعداد غموں میں بہت سے غم وہ ہیں جنہیں اگر ”خود سانسِ غم“ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا جو ہم انسانوں نے اپنے اوپر خواہ مخواہ چسپاں کر لیے ہوئے ہیں۔ کئی ایسے اسباب غم

ہیں جن کی تہ میں خود پسندی، فخر و غرور، تکبر، حسد، کینہ، بغض وغیرہ جیسے جذبات کا زفر ماہوتے ہیں۔ غرضیکہ غم کے محرکات ان گنت ہیں۔ لیکن انسان کی بہتری اسی میں ہے کہ وہ غموں کے آگے سر جھکا دینے کی بجائے اپنے دل کو اس طرح سمجھاتا رہے کہ ”لَا تَحْزَنْ“ (غم نہ کر) اس لیے کہ: ”إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا“ (بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے) یا جیسے حضرت یعقوب نے فرمایا تھا:

”إِنَّمَا أَتَشْكُو أَبَاطِي وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ“ (یوسف: 86)

”میں اپنی پریشانی اور اپنے غم کی فریاد اللہ ہی سے کرتا ہوں۔“

ایسے ہی جب اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتے خوبصورت لڑکوں کی شکل میں حضرت لوطؑ کے پاس پہنچے تو حضرت لوطؑ کو خدشہ پیدا ہو گیا کہ کہیں اُن کی بدکردار قوم مہمانوں کے ساتھ بد تمیزی نہ کرے لہذا آپؑ ”بِئْتِي بِطَيْبٍ وَصَاقٍ يَهْمُكَ ذَرْعًا“ (العنکبوت: 33) ”اُن کی وجہ سے بہت پریشان اور دل میں تنگ ہوں۔“

مگر فرشتوں نے آپؑ کو تسلی دی کہ ”لَا تَحْزَنْ وَلَا تَحْزَنْ“ (العنکبوت: 33) ”آپؑ خوف نہ کھائیں اور نہ آپؑ رنجیدہ ہوں۔“

ایسی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ ان غموں سے کیسے دور رہا جائے۔ جو لوگ دین کے بتائے ہوئے اعمال حسد کو پانپانے کی بجائے اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی نافرمانی، آخرت کی جو ابدی سے لا پرواہی، باہمی نالافتاقی، ظلم و ستم بے حیائی، بے مہربی، علم کی ناقدری، زندگی سے چھپے رہنے کی حرص جیسے ذمہ صفت اپنائتے ہیں تو اس کا قدرتی نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ ان کے کردار کمزور ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انسانوں کو ان کے (تمام اعمال کا تو نہیں) بغض اعمال کا نتیجہ اس لیے دکھاتا ہے کہ وہ حقیقت کو سمجھیں اور اس عقیدہ صاف کی طرف رجوع کریں جو انمیا، ہمیشہ سے انسانوں کے سامنے پیش کرتے چلے آئے ہیں۔

جو لوگ دین کے خیر خواہ ہیں اور غم سے چھکارا پانا چاہتے ہیں وہ غم کھاتے رہنے پر اکتفا نہ کریں بلکہ اپنی ساری قوتوں اور وسائل سے کام لے کر ان اسباب کو دور کرنے کی کوشش کریں جو غم و اندوہ کا باعث بنتے ہیں۔ اس ضمن میں درج ذیل تین روئے نہایت موثر ثابت ہوئے گئے۔

تزکیہٴ نفس اور دعوتِ دین

غموں سے دور رہنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ خود دین

پر عمل کیا جائے اور پھر اسے دوسروں تک پہنچایا جائے۔ اس کے لیے پہلے اپنے نفس کا تزکیہ کرنا ہوگا جیسا کہ حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ: ”افضل جہادِ نفس کے ساتھ جہاد ہے۔“ کچھ پانے کے لیے کچھ کھونا بھی ہوگا۔ اپنی خواہشات کو کنٹرول کرنا ہو گا۔ اپنے نفس کا محاسبہ بر لرحہ کرتے رہنا ہوگا کہ مجھ سے ایسا کوئی گناہ یا غلطی نہ ہو جائے جس سے میرا اللہ مجھ سے ناراض ہو جائے۔ اس کے لیے بہت سی قربانیاں دینا ہوں گی اور پھر دوسروں تک حق بات پہنچانے کی حتی الامکان کوشش کرتے رہنا ہوگا۔ دعوتِ الی اللہ کا فریضہ انجام دینا مسلمان کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ اور ان میں یہ کام زندگی کے آخری سانس تک کرتے رہنا ہوگا۔ ہمیں اس چکر میں پڑنے کی ضرورت نہیں کہ ان کوششوں کے نتائج کب نکلیں گے، خلوص دل سے کی گئی کوششیں کبھی رازیاں نہیں تھیں۔ ہمیں یاد رکھنا ہوگا کہ جنگِ بدر میں جو نیکو کار شہید ہوئے تھے انہوں نے مسلمانوں کی سلطنت قائم ہوتے نہیں دیکھی تھی۔ لیکن وہ کامیاب ترین ٹھہرے۔ لہذا دل کو بار بار اللہ کا وہ فرمان یاد دلانے کی ضرورت ہے۔

”اور اسی طرح ہم نے تمہیں ایک امت وسط بنایا ہے تاکہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ ہو اور رسول ﷺ پر گواہ ہوں۔“ (سورۃ البقرہ: 143)

اللہ کی رحمت پر بھروسہ

اللہ کی رحمت پر بھروسہ رکھا جائے اور اپنے غم کو اس انتہا پر جانے سے روکا جائے جہاں پر دل شکستگی انسان کو بے عمل بنا دیتی ہے۔ قرآن میں انسان کا حوصلہ بڑھا یا گیا ہے اور تسلی دی گئی ہے:

”وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ“ (سورۃ آل عمران) ”اور نہ کمزور پڑو اور نہ غم کھاؤ اور تم ہی سر بلند رہو گے اگر تم مؤمن ہوئے۔“ جو انسان سچے دل سے ان آیات کو پڑھے گا اور عمل کرے گا وہ اپنے مہربان خالق کو اپنے قریب پائے گا۔

ذکرِ الہی، دعا اور توبہ

غموں کے مقابلے میں بہترین ذمہ دار دعا اور ذکر ہے۔ دعا و عبادت کا جو ہر ہے مومن کا ہتھیار ہے۔ حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ مایوسی کو دور بھگانے کے لیے ہر وقت ذکر کرتے رہیں تاکہ شیطان کے ہتھکنڈے ناکام ہو جائیں۔ اس کے لیے ہم میں سے ہر اک کو انفرادی طور پر اللہ سے سچی توبہ کرنا ہوگی، خلوص دل سے استغفار کرنا ہوگا تاکہ وہ غلطیاں جو پہلے سرزد ہوئیں دوبارہ نہ ہوں۔ پھر آپؑ دیکھیں گے کہ اس کے نتائج وہ سامنے آئیں گے جس سے آپؑ کا دل خوش ہو جائے گا۔ اللہ ہمیں قرآن کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)



توسیع دعوت پروگرام: حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی

مورخہ 12 جون 2026ء بروز جمعہ ضلع صوابی کے گاؤں شاہ منصور کی مسجد میں دعوتی پروگرام کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں خطاب جمعہ میں ”فرائض دینی کا جامع تصور اور ہماری ذمہ داری“ کے موضوع پر گفتگو کی گئی۔ مدرس کے فرائض محترم حبیب الرحمن ناظم دعوت حلقہ نے ادا کیے۔ (رپورٹ: سعید اللہ شاہ، مہتمم حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی)

گوشہ انسداد سود

پاکستان میں انسداد سود کی کوششوں کی تاریخ (اور مستقبل کے امکانات)

(گزشتہ سے پوسٹ)

موجودہ صورتحال

مستقبل کے امکانات

- (i) مندرجہ ذیل بنیادوں پر غیر سودی بینکاری نظام کو مستقل طور پر استوار کیا جاسکتا ہے:
- (i) شراکتی سرمایہ کاری، یعنی مضاربہ اور مشارکہ کی بنیاد پر نفع و نقصان میں شراکت۔
- (ii) بیع موجد/بیع مسلم اور اجارہ (Leasing) کی بنیاد پر عقوق و بیع اور عقود اجارہ۔
- (iii) TMCL (Time Multiple Counter Loan) کی بنیاد پر قلیل اور طویل مدتی قرضے برائے صارفین، تاجریں اور حکومت (تجویز کردہ شیخ محمود احمد مرحوم مصنف ”سود کی متبادل اساس“ انگریزی واردہ اور ایک ضخیم کتاب ”MAN AND MONEY“ (جاری ہے)
- (iv) قرض حسد برائے صارفین و حکومت۔
- مجاہد: ”انسداد سود کا مقدمہ اور وفاقی شرعی عدالت کے 14 سوال“ از حافظ عاطف وحید
- آہ! فیڈرل شریعت کورٹ کے سود کے خلاف فیصلہ کو 1552 دن گزر چکا!**

”قرآن اکیڈمی ڈیفنس، کراچی“ (حلقہ کراچی جنوبی) میں

10 تا 12 جولائی 2026ء (بروز جمعہ المبارک نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

مدرسین کورس

(نئے و متوقع مدرسین کے لیے)

نوٹ: مدرسین کورس کے لیے درج ذیل کتابچے کے مطالعہ کا اہتمام فرمائیں۔
☆ قرآن کے نام پر اٹھنے والی تحریکات اور ان کے بارے میں علماء کرام کے خدشات (زر)

مدرسین ویفریش کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے

زیادہ سے زیادہ ذمہ داران پروگرام میں شریک ہوں۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0321-2192701/021-34306041

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت: 78-35473375 (042)

غلبہ اقامت دین کی جدوجہد کا عہدہ خواں | تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کا ترجمان



ماہنامہ **یشاق** لاہور
ڈاکٹر اسد احمد صاحب مدظلہ العالی

مشمولات

- ☆ حوزہ (حوزہ): قومی وحدت کا تقاضا: عدل اعتماد اور مکالمہ — رضا الحق
- ☆ ورنہ فرم: سُورَةُ التَّيْمَةِ (۹) — ڈاکٹر اسرار احمد
- ☆ لیوٹننٹ سمریز: تو اوصی بالحق — ڈاکٹر اسرار احمد
- ☆ نذیر ذمہ داری: سفر آخرت کے مراحل اور ہماری ذمہ داریاں — شجاع الدین شیخ
- ☆ فرزندِ دلجو: حیراں ہوں دل کو روؤں کہ بیٹوں جگہ کوئیں! — ایوب بیگ مرزا
- ☆ صفحات: 100 ☆ قیمت فی شمارہ: 60 روپے ☆ سالانہ زر تعاون (ممبرانک) 600 روپے

اناللہ وانا الیہ راجعون دعائے مغفرت

- ☆ حلقہ کراچی وسطی کی مقامی تنظیم قرآن مرکز جوہر 2 کے رفیق محترم جنید خلیل بیگ وفات پا گئے۔
- ☆ حلقہ کراچی وسطی کی مقامی تنظیم راشد منہاس جوہر 2 کے رفیق محترم آصف اشتیاق کی والدہ وفات پا گئیں۔ برائے تعزیت: 0333-2303316
- ☆ حلقہ کراچی وسطی کی مقامی تنظیم شاہ فیصل کے امیر محترم عزیز ظفر صدیقی کی ہمشیرہ وفات پا گئیں۔ برائے تعزیت: 0333-3452946
- اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔
- قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی التجاہل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمْ وَاَزْحَمْهُمْ وَاَدْخِلْهُمْ فِي رَحْمَتِكَ وَاَحْسِبْهُمْ جَسَابًا يَّسِيْرًا

مکتبہ خُتّام { القرآن لا صود }
36-K، ماڈل ٹاؤن لاہور فون 0301-1115348
{ maktaba@tanzeem.org } (042)35869501-3

غزہ میں اسرائیلی حملوں اور مسلسل خونریزی کے باعث

جانی نقصان میں اضافہ جاری ہے۔ تصورات یکم میں زخمی فلسطینی اسلام حسن محمد صالح زینوں کی تاب نہ لاتے ہوئے شہید ہو گئے، غزہ کی وزارت صحت کے مطابق جاری حملوں کے نتیجے میں شہداء کی تعداد 73035 تک پہنچ گئی ہے، جبکہ 173368 افراد زخمی ہو چکے ہیں۔ یہاں ایسے بچے بھی ہیں جنہوں نے اپنے والدین کھودیئے، اور ایسے والدین بھی جو اپنے بچوں کی یادوں کے سہارے زندہ ہیں۔ دوسری جانب امدادی سرگرمیاں شدید خطرات سے دوچار ہیں۔ امداد پہنچانے کے حوالے سے اقوام متحدہ نے غزہ کو دنیا کا خطرناک ترین مقام قرار دیا ہے، جبکہ خوراک، پانی، ادویات اور بنیادی ضروریات کی قلت کے باعث بچے بھوک، بیماری اور محرومی کا شکار ہیں۔

مقبوضہ مغربی کنارے میں اسرائیلی کارروائیوں کے دوران کم سن فلسطینی بچیوں کی گرفتاریوں اور ان کے ساتھ رور کھے جانے والے خوف و ہراس نے انسانی حقوق کے حوالے سے نئی تشویش پیدا کر دی ہے۔

اسرائیلی جیلوں میں فلسطینی قیدیوں کے ساتھ مبینہ غیر انسانی سلوک پر تشویش برقرار ہے۔ الجزیرہ کی تحقیق میں جسمانی و نفسیاتی تشدد، طبعی غفلت اور سخت حالات قید کے انکشافات سامنے آئے ہیں، غزہ کے معروف معالج ڈاکٹر حسام ابو صفیہ کی رہائی کی اپیل مسترد کی جا چکی ہے۔ انسانی حقوق کی تنظیموں نے تھیفی شہد کی بنیاد پر حراست برقرار رکھنے اور منصفانہ قانونی کارروائی نہ ہونے پر سوالات اٹھائے ہیں۔

تحریک مزاحمت نے الجزیرہ لائیو کے کیمرہ مین احمد و شام کوشانہ بنانے کی شدید مذمت کرتے ہوئے کہا ہے کہ قابض اسرائیلی کی جانب سے فلسطینی صحافیوں اور میڈیا کے نمائندوں کو مسلسل نشانہ بنانا اس کی بین الاقوامی قوانین سے بے اعتنائی اور سچائی کی آواز کو دبانے کی کوششوں کی عکاسی کرتا ہے۔ جبکہ معروف خاتون صحافی نبی حمدان نے مسلسل خوف اور ذہنی دباؤ کے باعث صحافت چھوڑنے کا اعلان کیا ہے۔ دوسری جانب ڈاکٹر میڈس گلبرٹ نے عالمی رہنماؤں سے غزہ کے اسپتالوں پر حملوں اور انسانی ایلیے کا نوٹس لینے کی اپیل کی ہے۔

اسیران کے امور سے متعلق ادارے کے مطابق، دامن جیل میں قید فلسطینی خواتین نے شکایت کی ہے کہ سخت پابندیوں کے باعث انہیں فجر کی اذان اور نماز کے اوقات کا علم نہیں ہو پاتا۔ یہ صورتحال نصر ف ان کی روزمرہ زندگی کو مزید دشوار بنا رہی ہے بلکہ ان کے مذہبی حقوق اور عبادت کی آزادی کو بھی متاثر کرتی ہے۔

مسجد اقصیٰ اور القدس سے متعلق مذہبی و سیاسی بحث شدت اختیار کر گئی ہے۔ الجلیل میں سرخ گانے کی پیدائش کے بعد بعض مذہبی حلقوں نے اسے مبینہ تیسرے بیگل کی تعبیر سے جوڑا، جس پر فلسطینی اور مسلم حلقوں نے شدید تشویش کا اظہار کرتے ہوئے مقدسات کے احترام اور خطے میں کشیدگی سے بچنے کی ضرورت پر زور دیا۔

غزہ کی موجودہ صورتحال پر بین الاقوامی سطح پر ردعمل جاری ہے۔ اقوام متحدہ میں پاکستان کے مستقل مندوب عاصم افتخار نے سلامتی کونسل سے خطاب میں جنگ بندی کی خلاف ورزیوں، غذائی بحران اور امداد کی راہ میں رکاوٹوں کو بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی قرار دیا، جبکہ لبنان کے حوالے سے حزب اللہ کے سربراہ نیم قاسم نے اسرائیلی کوفی کارروائی کی آزادی دینے والی کئی بھی جنگ بندی کو مسترد کرتے ہوئے جنوبی لبنان میں اسرائیلی موجودگی کے خاتمے کا مطالبہ کیا۔

مسلم دنیا سے متعلق دیگر ممالک کی اہم خبریں

ایران، امریکہ مذاکرات: صدر ٹرمپ کی دھمکیاں: سوسائٹیز لینڈ کے سیاسی مقام برگن اسٹاک میں مذاکرات سے قبل امریکہ میں فاکس نیوز کے رپورٹر سے بات کرتے ہوئے صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے ایران کو دھمکی دیتے ہوئے کہا کہ آج بٹائے ہر مزہ بند کی تو ایران ملک نہیں رہے گا اور ڈھکے چھپے الفاظ میں ایرانی وفد کو دھمکی دیتے ہوئے کہا کہ تم لوگ اپنے ملک میں واپس بھی نہیں جا سکو گے، معاہدہ نہ کیا تو میں ایران کو تباہ کر دوں گا۔ دوسری جانب ایرانی صدر محمود پزٹھکائی نے واضح کیا کہ ایران پورٹیم افزودگی ترک نہیں کرے گا اور امریکہ کے ساتھ کسی بھی مفاتیحی یادداشت میں قومی مفادات پر سمجھوتہ نہیں کیا جائے گا۔ جبکہ امریکی اخبار واشنگٹن پوسٹ کی رپورٹ کے مطابق امریکی ایٹمی جنس جائزوں میں غدشہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اسرائیلی وزیر اعظم شیمون پیرن یاہو ایسے اقدامات کر سکتے ہیں جو ایران کے ساتھ دیر پا امن معاہدے کے لیے امریکی کوششوں کو نقصان پہنچا سکتے ہیں کیونکہ اسرائیلی صدر ٹرمپ کے مجوزہ امن منصوبے کی بعض شرائط سے مطمئن نہیں۔ ایک سابق امریکی عہدیدار کے مطابق اسرائیلی حلقوں کو غدشہ ہے کہ مجوزہ معاہدہ حزب اللہ کے خلاف اس کی دفاعی اور عسکری کارروائیوں کی گنجائش کو محدود کر سکتا ہے۔ جبکہ امریکی اخبار وال سٹریٹ جرنل کی ایک رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ امریکی محکمہ دفاع پینٹاگون نے کانگریس کے اراکین کو آگاہ کیا ہے کہ اسے ایران جنگ کے اخراجات اور دیگر متعلقہ مالی ضروریات پوری کرنے کے لیے تقریباً 80 ارب ڈالر کے اضافی فنڈ زوردار کریں۔

ایرانی نژاد امریکی رکن کانگریس یاسمین انصاری کا کہنا ہے کہ ایران کے خلاف جنگ مکمل طور پر ناکام اور غیر ضروری ثابت ہوئی ہے۔ ایران جنگ میں ہزاروں بے گناہ افراد مارے گئے۔ ٹرمپ نابل ہیں، وہ اپنے مقاصد حاصل نہیں کر سکے۔ تاہم ایران کے سربراہ لیڈر نے پزٹھکائی خاندان سے ایرانی عوام کے نام اپنے پیغام میں کہا ہے کہ قومی سلامتی کونسل کی سفارش پر امریکا اور ایران کے درمیان مفاتیحی یادداشت کی منظوری دی گئی، جس کے بعد دونوں ممالک کے درمیان معاہدے پر دستخط ہوئے۔

اسرائیل/لبنان: جنگ کے اثرات، اختلافات اور فوجی موجودگی: ایک سروے کے مطابق 92 فیصد اسرائیلیوں نے ایران کو حالیہ جنگ کا فاتح قرار دیا، جبکہ وزیر اعظم بنیامین نتھن یاہو کی کارکردگی کو بڑی تعداد میں کمزور قرار دیا گیا۔ نتھن یاہو نے لبنان میں نام نہاد سکیورٹی زون پر اسرائیلی کنٹرول برقرار رکھنے کے عزم کا اظہار کیا۔

بھارت/مقبوضہ کشمیر: مسلم دشمنی اور مساجد کی مسماری: ریاست مہاراشٹر کے ضلع جالند میں کڈز ورلڈ انگلش سکول کے مسلمان پرنسپل وجیبہ الدین صدیقی اور عملے کے دو ارکان کے خلاف پولیس نے پاکستانی ترانے گانے کے الزام میں مقدمہ درج کر لیا ہے۔ یہ مقدمہ مقامی ہندوؤں آغوشوں کے رہنماؤں کی شکایت پر گزشتہ برس مارچ میں ہوئی ایک تقریب کے حوالے سے درج کیا گیا ہے۔ انسانی حقوق کی امریکی تنظیم ”جسٹس فار آل“ نے بھارت میں مساجد کی پے در پے مسماری پر شدید تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ مساجد کی مسماری ملک کی مسلم اقلیت کے خلاف امتیازی سلوک کے بڑھتے ہوئے واقعات کی غماز ہے۔

چاؤ: پناہ گزین کیمپوں میں سوڈانی خواتین اور کم عمر لڑکیوں کا استحصال: سوڈانی پناہ گزینیوں کے کیمپوں سے متعلق داخلی تحقیقات میں یہ انکشاف ہوا ہے کہ بعض امدادی کارکن مبینہ طور پر خواتین اور کم عمر لڑکیوں کا جنسی استحصال کرتے رہے ہیں۔

تحقیق: خالد نجیب خان (معاون مرکزی شعبہ نشر و اشاعت)

چمکدار صفائی گہرائی تک اثر

شاندار صفائی، اُجلی دھلائی

کم مقدار، زیادہ صفائی

منفرد اور دیرپا خوشبو

رنگوں کی حفاظت

کپڑوں کی حفاظت

جلد کی حفاظت



DELIVERY
ALL OVER
PAKISTAN



میرا با اعتماد انتخاب

شاندار صفائی

کم پیسے، زیادہ دھلائی

بھرپور جھاگ، دانگوں کا صفایا

مہکتی خوشبو



JR Industries:
Shah House, Plot # A89-91, Dhani Bux,
Sector 51-A, Scheme 33, Karachi Pakistan

For Online Order
☎ 0304 706 1265
jri.com.pk

MULTICAL-1000

Calcium + Vitamin C & B12 + Folic Acid (Sachets)



MULTICAL-1000 CONTAINS

XTRA CALCIUM

Takes you away from
Malaise & Fatigue



Sweetened with Aspartame
Aspartame is safe & FDA approved low calories sweetener



NABIQASIM INDUSTRIES (PVT) LTD
5th Floor, Commerce Centre, Hasrat Mohani Road, Karachi-Pakistan
Email: info@nabiqasim.com website: www.nabiqasim.com UAN 111-742-782

Health
with Devotion